ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ
۴ اگست ۱۹۶۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

# اَحَادِیثُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: " فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتَہٗ وَاَھْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰی النَّمْلَۃَ فِیْ حُجْرِھَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِی النَّاسِ الْخَیْرَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے۔ جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ مسلمان پر، پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور باشندگان آسمان اور زمین یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں، حتیٰ کہ مچھلی، نیک علم لوگوں کو سکھلانے والوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ (امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَبْتَغِیْ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ، وَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَھَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا صَنَعَ، وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحِیْتَانُ فِی الْمَآءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَآئِرِ الْکَوَاکِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ" رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ کہ جو شخص کسی راستہ پر علم کو حاصل کرنے کے لئے چلا۔ تو اللہ تعالے اس کے لئے جنت کے راستہ کو آسان فرما دیتے ہیں۔ اور فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے بازوؤں کو پھیلا دیتے ہیں۔ اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے، یہاں تک کہ دریا کی مچھلیاں عالم (دین)، کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ اور عالم کو عابد (عبادت کرنے والے)، پر ایسی فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت ہے) اور علمائے کرام کے وارث ہیں۔ اور انبیاء نے درہم و دنانیر کو ورثہ میں نہیں چھوڑا لیکن انہوں نے علم کو ورثہ میں چھوڑا ہے پس جس شخص نے علم حاصل کر لیا ہے۔ اس نے اپنے پورے حصہ کو لے لیا ہے (اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "نَضَّرَ اللہُ امْرَاً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ"، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ کرے اس شخص کو جس نے پہنچا دیا۔ جیسا کہ سنا اور بہت لوگ جن کو حدیث پہنچائی جاتی ہے۔ زیادہ حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ سننے والوں سے (ترمذی) اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَکَتَمَہٗ اُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ"، رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص سے کسی علم دین کا سوال کیا گیا۔ اور اس نے اس کو مخفی رکھا، تو اُس کو قیامت کے دن آگ کا لگام پہنایا جائے گا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اس روایت کو ذکر کیا اور کہا، کہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: " مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِہٖ وَجْہُ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَتَعَلَّمُہٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِہٖ غَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" یَعْنِیْ رِیْحَھَا۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جس شخص نے ایسے علم کو کہ جس سے رضامندی پروردگار حاصل کی جاتی ہو۔ صرف اس غرض سے طلب کیا۔ کہ دنیا کے سامانوں میں سے کسی ایسے سامان کو حاصل کرے۔ تو وہ بروز قیامت جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا (اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: " اِنَّ اللہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا یَنْتَزِعُہٗ مِنَ النَّاسِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُھَّالًا، فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ علم کو نہیں اُٹھائے گا۔ اس طرح کا اٹھانا۔ کہ لوگوں سے اس کو چھین لیا جائے۔ لیکن علم کو علماء کے وفات دینے

(باقی صہ ۱۸ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
لاہور
خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے
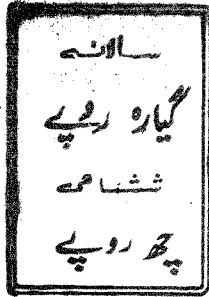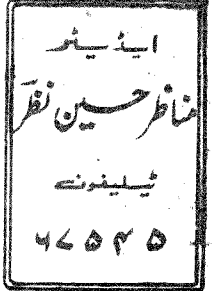
| جلد ۱۳ | ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ بمطابق ۴ اگست ۱۹۶۷ء | شمارہ ۱۳ |
| --- | --- | --- |

## عربوں کے بارے میں

# منفی زاویۂ فکر و نظر بدلئے

زندہ اور فعال قومیں فلسفۂ عمل اور اس کے نتائج کو ہمیشہ پیش نظر رکھتی ہیں اور جب بھی تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو وہ واقعات کے آئینے میں اپنی کارکردگیوں کی صحت و خطا کا جائزہ لیتی ہیں۔ جن کوتاہیوں اور لغزشوں کی بناء پر انہیں زک پہنچتی ہے۔ اُن سے آئندہ کے لئے بچنے کی تدابیر کرتی ہیں۔ جن تعمیری باتوں میں کمی رہ گئی ہو۔ انہیں اپنانے کی سوچتی ہیں۔ اور جو قومی عناصر ان کی بقا کے ضامن ہوتے ہیں ان کو از سرِ نو فروغ دینے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ حالیہ عرب اسرائیل جنگ نے عربوں کے سامنے ایسے ہی اسباق کھول دئے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اسرائیل پہل کرنے کی بناء پر بہت فائدے میں رہا اور امریکہ و برطانیہ کی بھرپور امداد نے اس کو عربوں پر غالب کر دیا۔ یہ بھی درست ہے کہ اسرائیل کی جارحیت کے نتیجے میں مصر و عرب کو جو جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے اس کی تلافی کو ایک مدت درکار ہوگی اور ان زخموں کے اندمال کو بھی ایک عرصہ لگے گا۔ جو ابھی تک خونفشاں ہیں۔ کیونکہ یہ چند افراد کا معاملہ نہیں۔ کہ چند دنوں میں سُلجھ جاتے بلکہ پوری قوم کا معاملہ ہے۔ عرب یقیناً اس سے بے خبر نہیں ہیں۔ انہیں اس کا بھی پورا پورا احساس ہوگا۔ کہ انہیں اپنا گم شدہ وقار پھر حاصل کرنا ہے۔

اس لئے ہر قدم حزم و احتیاط، عزم و استقلال اور صبر و تحمل کے ساتھ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ جنگ کے اثراتِ مابعد سے نپٹنا جنگ کرنے سے زیادہ مشکل اور صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں جب کہ عربوں کو زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے۔ جذبات کی رَو میں کسی بات کا فیصلہ کرنا یا مشورہ دینا خلافِ عقل و دانش ہی نہیں انتہائی خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس وقت سب سے پہلے ان کے لئے داخلی انتشار و اختلاف کو ختم کر کے متحد ہونا مقدم ہے اسرائیل اور اس کے پشت پناہ عربوں کے اتحاد کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کے وسائل اختیار کریں گے۔ انہیں مرعوب اور معطل رکھنے کے لئے تہدید و تنبیہ سے بھی کام لیں گے۔ مغربی سامراج کے یہ حربے نئے نہیں ہیں۔ انہیں بے اثر کرنے کے لئے خلوص و استقلال کے ساتھ مثبت اندازِ فکر اختیار کرنا لازمی ہے۔ اس جہت میں غیر عرب اسلامی ممالک حتی الامکان مادی امداد کے علاوہ تحریر و تقریر سے نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور عربوں کا حوصلہ بڑھانے، مرکزِ اتحاد کے قریب ہونے اور دشمنوں سے شکست کا انتقام لینے میں انہیں مؤثر مدد دے سکتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ صحیح قدم حقائق کی روشنی میں ہی اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن حقیقت پسندی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زخم خوردہ عربوں کی موجودہ ہزیمت پر اس طرح تنقید کی جائے کہ امید کی ہر کرن بجھ جائے۔ نادان دوستی کی بناء پر حوصلہ افزائی کی جگہ ان پر طنز و تشنیع کے زہر آلود تیر چھوڑے جائیں اور تمام دنیا کو یہ باور کرا دیا جائے کہ عرب ایک آزاد و غیور قوم کی صفات سے خالی ہیں۔ یہ تو محض مغرب کی ابلیسی سیاست کی پُرکاری ہے جس سے یہ توقع ہی عبث ہے کہ وہ کبھی انصاف و دیانت کا ساتھ دے گی اور خیر و صلاح کی راہ پر قدم اٹھائے گی۔ وہ تو ہر قیمت اور ہر سطح پر اپنے مفاد کی حفاظت چاہتی ہے اس میں انسانیت کی قدریں پامال ہوتی ہیں تو ہوں۔ اور ضابطۂ اخلاق کے پُرزے اُڑتے ہیں تو اڑیں۔ مغربی مدبرین کے نزدیک قابلِ اعتناء نہیں۔ لیکن مشرقی ممالک خصوصاً مسلمانوں کے لئے ایسا زاویۂ فکر و نظر خود اُن کی اپنی موت کے مترادف ہے۔ اور ایسا طریقِ استدلال و تنقید جو اپنوں کو مایوسی و نامرادی کے اندھیروں میں اتار دے اور بالواسطہ مغربی سامراج کے ناپاک ارادوں کو تقویت پہنچائے فراری اور شکست خوردہ ذہنیت کا واضح ثبوت ہے۔ ضرورت یہ نہیں کہ ہم اس بات کا تجزیہ کرنے بیٹھ جائیں۔ کہ عربوں کی شکست کی ذمہ داری تنہا صدر ناصر پر ہے یا کسی اور پر۔ نہ اس کی تصریح کی حاجت ہے کہ اردن نے پہلے ہتھیار ڈالے یا مصر نے عراق کی فوجیں جدید ٹیکنالوجی سے بے خبر تھیں یا سعودی عرب کی۔ ان باتوں پر اظہارِ خیال کرتے رہنا تضیع اوقات اور اصل کام سے صرفِ نظر کر لینا ہے جو بجائے خود ناقابلِ معافی جرم ہے۔ بعض ستم ظریف ۱۹۵۶ء کی جنگ کے حوالے بھی اپنی تحریروں میں پیش کر کے بتا رہے ہیں کہ اس جنگ میں بھی ناصر نے روس کا اسلحہ بلا وجہ تباہ کرا دیا تھا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسے روس نواز حضرات روس کی غداری سے بے خبر ہیں۔ مگر اتنا ضرور عرض کریں گے کہ دنیا آج تک یہی سمجھتی ہے کہ ۱۹۵۶ء کی جنگ صدر ناصر نے جیتی تھی۔ لہٰذا منفی زاویۂ فکر رکھنے والے دوست اپنی زبان اور قلم سے اسلام اور عربوں کی کوئی خدمت سرانجام

۳- نہیں دے رہے۔ وہ جتنی جلدی اپنا اندازِ فکر و نظر تبدیل کر لیں بہتر ہے۔

## مجلس ذکر

۱۱ر ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۰ر جولائی ۱۹۶۷ء

# قلب کو متوجہ الی اللہ کرنے کا طریقہ


از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

مرتبہ خالد سلیم ایم اے


الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد:-
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے۔ کہ اُس نے ہم سب کو مل جل کر اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی ہزاروں ہمارے مسلمان بھائی ایسے بھی ہیں جو اس وقت بے حیائی اور بُرے کاموں میں مشغول ہوں گے۔ اور کئی فضول گپ بازی میں وقت کو ضائع کر رہے ہوں گے۔

ہم پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کے احسانات کا شکر ادا کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسلام کا مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔ جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کا حکم ہو۔ اس کے آگے اپنا سر جھکا دینا۔

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

اللہ تعالیٰ کے احکامات میں کسی قسم کا شک و شبہ اور انکار کی ذرا بھر بھی گنجائش نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے ہر ایک حکم اور فرمان کو صحیح ماننا اور دل سے اس پر یقین و اعتقاد رکھنے کا نام ایمان ہے۔ اور ان پر عمل کرنے کا نام اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات کے شکر کی بجا آوری کے لئے اسلامی عبادات کا حکم دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ ان عبادات کو خلوص قلب سے ادا کرے۔

روزانہ پانچ وقت کی نمازیں ادا کرے اگر اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دی ہے تو زکوٰۃ ادا کریں۔ رمضان کے مبارک مہینہ میں روزے رکھیں۔ اگر اللہ تعالےٰ نے زیادہ دولت بخشی ہے۔ تو حج کریں۔ یاد رکھیں۔ ان سب عبادات میں اصل چیز خلوص قلب ہے۔ اگر اللہ کی عبادات میں دل متوجہ نہ ہو۔ تو یہ عبادت مقبول بارگاہ الٰہی نہ ہوگی۔ قلب کو حاضر کرنے کے لئے کثرت سے ذکر اللہ کریں۔ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ کی یاد کریں۔ بار بار زبان پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے قلب پر اثر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا نام دل میں گھر کرے گا۔ پھر عبادت میں قلب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ علیہ السلام حاضر ہوئے۔ اور مختلف سوالات کئے اُن میں سے ایک سوال یہ تھا۔ کہ احسان کیا چیز ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالےٰ کو اس طرح یاد کرو اور اُس کی اس طرح عبادت کرو۔ کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ خیال پیدا نہ کر سکو۔ تو یہ خیال دل میں جماؤ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مجھے دیکھ رہی ہے۔

یعنی خلوص قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ غیر اللہ کا دل میں ذرہ بھر خیال نہ لاؤ۔ بزرگان دین نے اسی کا نام تصوف رکھا ہے۔ یعنی خالصًا اللہ ہی کے لئے حضور قلب کے ساتھ عبادت کرنا۔

حضرتؒ کے پاس اکثر لوگ آ کر شکایت کرتے تھے۔ کہ عبادت و ذکر میں دل نہیں لگتا۔ دل بے چین رہتا ہے۔ قلب متوجہ نہیں ہوتا۔ تو آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری خورد و نوش ٹھیک نہیں۔ حرام و مشتبہ مال کھاتے ہوگے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔ تم خورد و نوش میں خاص اہتمام کرو۔ حرام و مشتبہ مال اور خورد و نوش سے پرہیز کرو پھر عبادت و ذکر میں سکون و اطمینان حاصل ہوگا۔ دل بھی لگے گا۔ قلب کو تسکین میسر ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہر عبادت و دعا ضرور قبول ہوگی۔ عبادت کی قبولیت کے لئے حلال خورد و نوش اتنی ہی ضروری اور اہم ہے جتنا نماز کے لئے وضو یعنی اگر وضو نہیں تو نماز نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر خورد و نوش حلال نہیں۔ تو عبادت ذکر و دعا ہرگز قبول نہ ہوگی۔

انسان اس وقت تک درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک اس کا تزکیہ باطن نہ ہو یعنی اصلاح حال نہ ہو۔

اصلاح حال صرف اور صرف اللہ والوں کی صحبت میں مدت مدید تک بیٹھنے اور کثرت سے ذکر اللہ کرنے سے ہوتی ہے اگر حلال خورد و نوش ہو۔ قول و فعل دونوں ٹھیک ہوں۔ اور اللہ کے احکامات و فرامین پر صحیح اعتقاد ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسان ہر بُرائی اور باطل طاقت کو شکست دے دے گا۔ اگرچہ وہ بُرائی اور طاقت کتنی ہی زیادہ اور زور کیوں نہ ہو۔

تاریخ شاہد ہے۔ کہ صداقت ہمیشہ طاقت پر غالب رہی ہے۔ آج بھی صداقت غالب آ سکتی ہے۔ اگر ہمارے ایمان ٹھیک ہو جائیں۔ قول و عمل اللہ اور اس کے رسولؐ کے مطابق ہو جائیں۔ جو کام کریں۔ خلوص قلب کے ساتھ اللہ ہی کے لئے کریں۔ عداوت و دوستی اللہ ہی کے لئے ہو۔ خود نیک بنیں اور دوسروں کو بھی بُرائی سے روکیں اگر آپ استقامت اختیار کریں۔ راہ حق پر ڈٹے رہیں۔ نیکی کو پھیلاتے رہیں۔ تو انشا اللہ کامیابی آپ کے ساتھ ہوگی آپ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب و کامران ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

جو چاہے عقل و فکر سے ایجاد کیجئے
اپنے خدا کو بھی تو مگر یاد کیجئے
(مضطر گجراتی)

۱۹ر ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۸ر جولائی ۱۹۶۷ء

# حلال وطیّب غذا کھانے کا التزام کیجئے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّابعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم :
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ○ اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں برائی اور بے حیائی ہی کا حکم دے گا۔ اور یہ کہ اللہ کے ذمّہ تم وہ باتیں لگاؤ جنہیں تم نہیں جانتے۔

بزرگانِ محترم! انسان کی منجملہ گمراہیوں میں ایک یہ بھی تھی کہ کھانے پینے میں طرح طرح کی توہم پرستانہ جکڑبندیاں ان میں رواج پا چکی تھیں۔ اور اس کے باعث قانونِ الٰہی کی قائم کردہ حدیں اور قدریں پامال ہو رہی تھیں۔ دینِ حنیف کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب ہی اس بات میں طرح طرح کی غلط روی اور کجروی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کے حکم میں رکھ کر دینِ ابراہیمی کا حلیہ انہوں نے بگاڑ رکھا تھا۔ اور شریعتِ حقہ ان کے ہاتھوں جان کنی کی حالت میں تھی۔ ظاہر ہے جب کوئی شخص قانونِ الٰہی سے تجاوز کرے، دینی اقدار کی پامالی کا سبب ٹھہرے، کسی معاملہ میں خداوند لایزال کی مقرر کردہ حدود سے باہر قدم نکالے اور دینِ خداوندی کی غارتگری کا ذریعہ بنے تو وہ یقیناً شیطان کا پیروکار ہوگا۔ کیونکہ شیطان کا کام ہی انسان کو اُلٹی صلاحیں دینا، قانونِ الٰہی کو توڑنے پر آمادہ کرنا، برائی اور بے حیائی سکھانا اور من گھڑت اور جھوٹی باتوں کو اللہ جل شانہٗ سے منسوب کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ چنانچہ آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام نوعِ انسانی کو مخاطب کرکے پہلے دو باتوں کا حکم فرمایا ہے:-

۱- حلال و طیّب غذا کھاؤ۔

۲- شیطان کی راہ اور اس کے فریب سے بچو۔ اور پھر شیطان لعین کی شیطنت کا پردہ چاک کرکے اس کی اصلیّت ازراہِ شفقت اپنے بندوں پر واضح فرمائی ہے۔

برادرانِ عزیز! حلال اس چیز کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام نہ کی گئی ہو اور شریعت نے اسے جائز کہا ہو۔ مثلاً پانی، سبزیاں، گوشت، دالیں اور پھل وغیرہ۔ طیّب وہ چیز ہے جو حلال ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے بھی پاک ہو۔ صورتاً اور سیرتاً ہر طرح پاکیزہ ہو۔ گویا حلال و طیّب غذا کا معنیٰ یہ ہوا کہ غذا بظاہر بھی پسندیدہ اور ازروئے شریعت حلال ہو۔ حاصل بھی جائز ذرائع سے کی گئی ہو اور غیر کا حق بھی اس میں شامل نہ ہو، جیسے پھل سب حلال ہیں لیکن اگر پھل چوری کئے ہوں، سبزیاں کسی کے ساتھ اشتراک کرکے بوئی گئی ہوں اور ساجھی کی اجازت کے بغیر یا اس سے مشورہ لئے بغیر فروخت کر دی جائیں۔ اور اسی طرح غصب، چوری، رشوت اور سود کے مال سے خرید کردہ چیزیں نیز بیع فاسد اور اجرت فاسد یہ سب چیزیں حلال و طیّب ہونے سے خالی ہیں۔

اس آیت کے ضمن میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:-

"خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا ہے اس میں سے کھاؤ — بشرطیکہ وہ شرعاً حلال و طیّب ہو۔ نہ تو فی نفسہٖ حرام ہو جیسے مردار اور خنزیر اور ما اُھِلَّ بِہٖ لغیر اللہ (جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے اور اس کی قربت مقصود اُن جانوروں کے ذبح سے ہو) اور نہ کسی امرِ عارضی سے اس میں حرمت آ گئی ہو، جیسے غصب، چوری، رشوت، سود کا مال — ان سب سے اجتناب ضروری ہے اور شیطان کی پیروی ہرگز نہ کرو کہ جس کو چاہا حرام کر لیا۔ جیسے بتوں کے نام کے سانڈ وغیرہ اور جس کو چاہا حلال کر لیا۔ جیسے ما اُھِلَّ بِہٖ لغیر اللہ وغیرہ۔"

محترم حضرات! غذا کے اندر اسلام نے حلال و طیّب کی دو شرائط لگا کر ایک بہت بڑی خوبی پیدا کی ہے۔ ان اصولوں کی بناء پر ہر وہ شئے جو پاکیزہ نہیں روح و جسم کے لئے مضر ہے۔ اس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا ممنوع ہے۔ سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزگی کا اس قدر خیال رکھا کہ وہ چیزیں جن کی بُو عام طور پر طبیعت پر گراں گذرتی ہے مکروہ قرار دیں اور انہیں کھا کر مسجد میں آنے کو ناپسندیدہ فرمایا۔ کہ ساتھی نمازیوں کی طبیعت پر گراں

نہ گذرے۔

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد ابن ابی وقاص صحابیؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ لقمۂ حلال کا التزام کرو خود بخود مستجاب الدعوات ہو جاؤگے۔

ایک دوسری حدیث میں رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے وہ جس شخص کا کھانا حرام کا، لباس حرام کا، غذا حرام کی ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں اپنے مشاہدات بیان فرمایا کرتے تھے کیونکہ مخلوقِ خدا کی کثیر تعداد ان کی خدمت میں اوراد و وظائف پوچھنے کے لئے آیا کرتی تھی۔ چنانچہ جب کبھی وہ کسی کو کسی خاص مقصد کے لئے وظیفہ تلقین فرماتے تو اس سے پہلے ارشاد فرما دیتے کہ لاہور کا دودھ، گھی اور گوشت کھانا چھوڑ دے — پھر وہ خود بخود نورِ باطن سے دیکھ کر غذا کھانے کے لئے وظیفہ کرنے والے کو دیتے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو یہ بینائی عطا فرمائی تھی۔ آپؒ اکثر فرمایا کرتے تھے حرام کھانے سے اوّل تو عبادت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور اگر حرام خور عبادت کرے گا بھی تو قبول نہ ہوگی۔ حرام اور حلال کی تمیز باطن کی بینائی سے ہوتی ہے اگر باطن کی بینائی ہو تو پتہ چلتا ہے کہ کون سی اشیاء حلال ہیں اور کون سی حرام؟ بہت سی چیزیں بظاہر حلال اور اندر سے حرام ہوتی ہیں۔ لاہور کا گوشت اور دودھ اکثر حرام کا ہوتا ہے۔ بعض قصائی ایک دوسرے کا جانور چرا لیتے ہیں اس لئے ان کا گوشت حقیقت میں حلال نہیں ہوتا — گوجروں کے ہاں گائے اور بھینس کے بچے بلک بلک کر مر جاتے ہیں۔ اس طرح بچوں پر ظلم کر کے حاصل شدہ دودھ حقیقت میں حلال نہیں ہوتا۔

یہ ہے اسلام میں اکلِ حلال کی اہمیت کہ جانوروں تک کا حق مارنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور اس سے بھی غذا پر اثر پڑتا ہے اور وہ طیّب نہیں رہتی۔ دوسری طرف اللہ عزّ و جلّ فرماتے ہیں جو لوگ حلال و طیّب کی پرواہ نہیں کرتے وہ شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے وہ کبھی انسان کی خیر خواہی نہیں کر سکتا۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "رزقِ حلال کھانا ایک انسان کے لئے نہایت ہی ضروری ہے یاد رکھئے! حرام کا رزق کھانے سے انسان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے اور آخرت بھی یقیناً برباد ہو جاتی ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ لاہور کی سبزی بدمزہ ہوتی ہے؟ کیونکہ وہ لاہور کے غلیظ، گندے اور ناپاک پانی سے نشو و نما پاتی ہے۔ گویا وہ سبزی زبانِ حال سے بتلا دیتی ہے کہ میں گندے اور ناپاک پانی کی پیداوار ہوں۔ اسی طرح جو انسان حرام کا مال کھا کر تربیت پاتا ہے اس کے اقوال اور اعمال میں شرافت، صلاحیت اور سعادت کے آثار نظر نہیں آئیں گے بلکہ کمینہ پنی اور بیحیائی کے کاموں کی طرف اس کا رجحان زیادہ ہوگا —

پس اے برادرانِ عزیز! ہر شخص کو حرام غذا سے بچنا چاہئے۔ رشوت، سود، چوری، غصب، بیع فاسد، اجرت فاسد اور فریب سے ہتھیائی ہوئی دولت سے مہیا کردہ رزق کو پاس نہ پھٹکنے دینا چاہئے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو رزقِ حلال عطا فرمائے۔ اور حرام خوری سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

# ایک نیا بل

## بل کی خرابیاں

اس بل کے متعلق امور ذیل پر بھی غور فرما لیا جائے تو بہتر ہو۔

۱۔ جب ایک شخص مالک ہے اور مالک ہونے کے معنے ہی یہ ہیں کہ اس کو اپنے مال میں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہو۔ بیع اجارہ رہن وقف صدقہ ہبہ امانت رکھنا عاریت پر دینا وغیرہ وغیرہ بلکہ اس کو ضائع کر دینے اور لوٹ ہوں۔ تو جلا دینے کا بھی حق ہو وہ مالک ہے۔ تو اگر کسی شخص کو اس پر مجبور کر دیا جائیگا اور ایک کو نہیں دس بیس نہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو اس پر مجبور کر دیا جائے گا کہ تم کو یہ تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے جو اس کو مالک ہونے کا حق دیا تھا وہ سلب کر لیا گیا۔ عمر بھر کی محنت خون پسینہ کی کمائی کے کچھ حصہ سے اس کو بے تعلق کر دیا گیا۔ اور بے دلیل بلا کسی شرعی حق کے ایسا کیا گیا تو یہ تو ایک قسم کا غصب چھین جھپٹ ہے ڈاکہ ڈالنا ہے۔ اس کا مال اس کے قبضہ و تصرف سے چھین لینا ہے۔ اس لئے ایسا قانون بنوانا ایک ڈاکہ زنی کا قانون بنوانا ہوا۔ مال کا مالک تو تا زندگی خود باپ ہے۔ اس کی کمائی کا مال ہے یا اس کے عزیزوں کا ترکہ ہے۔ اس کو ملا ہوا ہے۔ اس کا ہو چکا ہے۔ اولاد نہ مالک نہ اس کو باپ کی زندگی میں اس کی بلا اجازت کسی چیز کے استعمال کا حق اب اس طرح باپ کو روک دینا تو اس کے مال پر ڈاکہ ڈال کر چھین کر بیٹے کو دینا ہے۔ خصوصاً جب کہ کوئی شخص اپنے مال و دولت اور جائداد کو اپنی محنت یا اپنی قرابت کے ذریعہ محض حق تعالیٰ کا انعام باور کرتا ہو اور وہ کسی ایسی اولاد کو جو بد اطوار ہو۔ اپنا پاک حلال مال بدمعاشیوں حرامکاریوں حرام خوریوں حرام نوشیوں اور گناہ کی تمام باتوں میں خرچ کرنے کے لئے دینا گوارا نہ کرتا ہو۔ چاہتا ہو۔ کہ پاک مال ایسی ناخلف اولاد کے ہاتھ نہ پڑے تو قانون اس کی پاک حسرتوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیگا زبردستی اس کے حلق میں اونگلیاں ڈال

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

ابو عبدالرحمٰن لودھیانوی۔ شیخوپورہ

# صلوٰۃِ وسطیٰ

۵- یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ ؁
ترجمہ: نماز مومنوں کے لئے معراج ہے۔

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ؁

(پ ۲ ع ۱۵ - سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۳۸)

ترجمہ: سب نمازوں کی پابندی رکھو۔ خصوصاً درمیان والی نماز کی۔ اور اللہ کے آگے مؤدّب کھڑے رہو۔

## شانِ نزول

لوگ عصر کی نماز پڑھنے میں تاخیر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو جاتا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ اہلِ کتاب کی طرح مسلمان بھی نماز میں اشارہ یا بات کر لیا کرتے تھے۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے نماز میں بولنا اور اشارہ کرنا ترک کر دیا۔

صَلٰوۃِ وسطیٰ کو خدا تعالےٰ نے مبہم ہی رکھا ہے تاکہ اس کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں لوگ کُل نمازوں کی پابندی رکھیں۔ اسی وجہ سے اس کی مراد میں صحابہ میں بڑا اختلاف ہُوا ہے کیونکہ پانچوں نمازوں میں سے ہر نماز دو دو نمازوں کے درمیان ہے۔ اس اعتبار سے ہر نماز صلوٰہ وسطیٰ (درمیانی نماز) ہو سکتی ہے۔ کسی نے اس سے فجر کی نماز، کسی نے ظہر کی نماز، کسی نے عشاء کی نماز، اور کسی نے عصر کی نماز مُراد لی ہے۔ ہر شخص نے اپنی سمجھ کے مطابق بیان کیا۔ تاہم راجح قول یہی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ سے عصر کی نماز مراد ہے۔ کیونکہ عصر کی نماز ٹھیک درمیان میں ہے۔ اس سے قبل دن کی دو نمازیں یعنی فجر و ظہر اور اس کے بعد رات کی دو نمازیں یعنی مغرب اور عشاء واقع ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ میں طلوعِ فجر سے دن کا شمار ہوتا ہے اور غروب آفتاب سے رات شمار ہوتی ہے۔ گویا عصر کا وسط ہونا دو حیثیت سے ہے ایک تو یہ کہ دو نمازوں کے درمیان ہے یعنی دن کی دو نمازیں اس سے مقدّم ہیں اور رات کی دو نمازیں اس سے مؤخر ہیں۔ اس کے علاوہ رات کی نماز شروع ہونے سے پہلے اور دن کی نمازیں ختم ہونے کے بعد اس کا وقت ہے۔ اس لئے اسی کو درمیانی نماز کہا جا سکتا ہے۔

صحیحین کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

مشرکوں نے ہم کو صلوٰۃِ وسطیٰ سے روک دیا۔ خدا ان کی قبر آگ سے بھرے۔ اور یہ واقعہ جنگِ احزاب میں نمازِ عصر کا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمانو! جہاں تم حقوق کی نگہداشت کرتے ہو وہاں فرائضِ الٰہی کی ادائیگی میں بھی کوشش کرو۔ نماز، روزانہ کا فرض ہے اس کا بھی لحاظ رکھو۔ کُل نمازوں کی پابندی کرو۔ خصوصیت کے ساتھ عصر کی نماز کا تو بہت ہی لحاظ رکھو۔ یعنی یہی وقت کاروبار کا ہے ایسا نہ ہو کہ تم کاروبار میں مشغول رہ کر اس نماز کی طرف سے غافل ہو جاؤ۔ تمہیں کام چھوڑ کر عصر کی نماز ادا کرنی چاہیئے۔ اور نمازوں کی ادائیگی میں عجلت (جلدی) نہ کیا کرو۔ نہ اس دوران میں کوئی اشارہ یا کلام کیا کرو بلکہ خدا کے سامنے ادب سے خاموش رہا کرو۔ اور نہایت خشوع و خضوع سے کھڑے رہا کرو۔

اس آیت سے پہلے طلاق، عدّت مہر اور بعض دیگر امور کا بیان تھا۔ جن کا تعلق حقوق انسانی سے تھا اور انتظام عالم کی اصلاح ان کے ساتھ وابستہ تھی۔ اب ان آیات میں فریضۂ الٰہیہ کی ادائیگی کا حکم دیا جاتا ہے۔

اس آیت سے سب نمازوں کی فرضیّت عموماً اور صلوٰۃ وسطیٰ کی فرضیت خصوصاً معلوم ہوئی اور صلوٰۃ وسطیٰ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ عصر کی نماز فرماتے ہیں۔ اور یہی قول جمہور صحابہ مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت امّ سلمہؓ، حضرت حفصہؓ اور ابنِ مسعودؓ کا ہے۔ اور انس ابن مالکؓ اور معاذؓ بن جبلؓ اور ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز مراد ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ مغرب کی نماز ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہے اور بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ وہ لیلۃ القدر کی طرح غیر معیّن ہے مگر راجح مذہب یہی ہے کہ وہ عصر کی نماز ہے۔

نماز کی تاکید میں احادیث اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ جن سے قطعاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترک نماز سے بڑھ کر شرک کے بعد اور کوئی گناہ نہیں اس کے تارک کو فاسق اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ اور اس کی مزید تاکید کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا کا مشغلہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے نماز کا فکر نہیں کرتے۔

"قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ؁" کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ قَانِتِیْنَ کے معنی چپ چاپ کے ہیں۔ شروع شروع میں نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ وغیرہ امور جائز تھے۔ مگر جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو بات کرنا ناجائز ہو گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب میں حاضر ہوں تو گو حضورؐ نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا حضورؐ جواب دیتے۔ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا اور حضورؐ نماز میں مشغول تھے۔ میں نے حسبِ عادت سلام کیا۔

حضورؐ نے جواب نہیں دیا — مجھے سخت فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو۔ نئے اور پرانے خیالات نے مجھے گھیر لیا — پرانی پرانی باتیں سوچتا تھا کہ شاید فلاں بات میں حضورؐ ناراض ہو گئے ہوں، شاید فلاں بات ہو گئی ہو۔ جب حضورؐ نے سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا کہ حق تعالےٰ شانہٗ اپنے احکام میں جو چاہتے ہیں تبدیلی فرماتے ہیں۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے نماز میں بولنے کی ممانعت فرما دی اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز میں اللہ کے ذکر، اس کی تسبیح اور اس کی حمد وثنا کے سوا بات کرنا جائز نہیں۔

دوسری تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ قانتین کے معنی خاشعین کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع و خضوع سے پڑھنا۔ نگاہ کو نیچی رکھنا اور اللہ تعالےٰ سے ڈرنا۔

اللہ تعالےٰ نے صلوٰۃ وسطیٰ کو باقی نمازوں میں مخفی رکھا جیسے اسم اعظم کو مخفی فرما دیا۔ اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقتِ خاص دعا کی مقبولیت کا ہے اس کو بھی مخفی فرما دیا اور اسی طرح لیلۃ القدر کو بھی مخفی رکھا۔

## احادیث متعلقہ صلوٰۃ العصر

۱۔ عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص سے عصر کی نماز فوت ہو گئی پس گویا کہ اُس کا اہل و مال چھین لیا گیا (متفق علیہ)

۲۔ انسؓ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے وقت میں عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج بلند اور پوری روشنی سے چمکتا تھا۔ پھر جانے والا مدینہ منورہ کے اوپر کے حصہ میں جاتا تھا وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج ابھی بلند ہوتا تھا اور مدینہ منورہ کے بعض اوپر کی طرف کے حصے چار میل دور ہوتے تھے۔ (متفق علیہ)

۳۔ انسؓ سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے۔ یہ منافق کی نماز ہے۔ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا ہے جس وقت سورج کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور غروب کے وقت دو سینگوں میں آ جاتا ہے اس وقت کھڑا ہو کر چار ٹھونگے مارتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو اس میں بہت تھوڑا یاد کرتا ہے۔ (مسلم)

## نماز کی فضیلت

ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ نماز۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ جہاد۔

نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے فرشتوں کی محبوب چیز ہے، انبیاءؑ کی سنت ہے۔ اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ دعا قبول ہوتی ہے۔ رزق میں برکت ہوتی ہے۔ یہ ایمان کی جڑ ہے۔ بدن کی راحت ہے۔ دشمن کے لئے ہتھیار ہے۔ نمازی کے لئے سفارش ہے۔ قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے اور اندھیرے میں روشنی ہے۔ جہنم کی آگ کے لئے آڑ ہے۔ اعمال کی ترازو کا بوجھ ہے۔ پل صراط پر جلدی سے گذرنے والی ہے۔ جنت کی کنجی ہے۔

## نماز کی حفاظت

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ (پ ۵ ع ۱۲)

(پ ۵ ع ۱۲ سورۃ نساء آیت ۱۰۳)

ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر اپنے مقررہ وقتوں میں فرض ہے

یعنی سفر، حضر، اطمینان اور خوف ہر حالت میں نماز وقتِ معین میں ادا کرنی ضروری ہے

حافظ ابن حجرؒ نے تنبیہات میں حضرت عثمان غنیؓ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے حق تعالےٰ شانہٗ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کو خود محبوب رکھتے ہیں، دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں، تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں، پانچویں اس کے چہرہ پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں، چھٹے اس کا دل نرم فرماتے ہیں، ساتویں وہ پل صراط پر بجلی کی طرح گذر جائے گا۔ آٹھویں جہنم سے نجات فرما دیتے ہیں۔ نویں جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس نصیب ہو گا جن کے بارے میں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ کی آیت وارد ہے۔ (پ ۱ ع ۴ سورہ بقرہ آیت ۳۸) (ترجمہ: نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔ چہرہ کی رونق ہے، دل کا نور ہے، بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے۔ قبر کا اُنس ہے۔ اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے، آسمان کی کنجی ہے، اعمال ناموں کی ترازو کا وزن ہے، اللہ کی رضا کا سبب ہے، جنت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے۔ جس شخص نے اس کو قائم کیا اُس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو چھوڑا اس نے اپنے دین کو گرا دیا۔

سفیریؒ نے کہا۔ کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ "او فاجر" سے پکارتے ہیں۔ اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو "او خاسر" عصر کی نماز چھوڑنے والے کو "عاصی" اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو "کافر" اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو "اللہ کا حق ضائع کرنے والا" سے پکارتے ہیں۔

ہاں ہاں ضرور، جو شخص نماز نہ پڑھے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں — نمازوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ ان کو اپنے اوقات پر

(باقی صہ۱۸ پر)

## صدر ایوبؔ کو

# ایک خطرناک مشورہ

(مولانا کوثر نیازی، ایڈیٹر شہاب لاہور)

ماہنامہ "فکر و نظر" کی اشاعت جون میں کراچی کے ایک صاحب الطاف جاوید کی صدر مملکت کے نام کھلی چھٹی شائع ہوئی ہے جس میں پاکستان کے دینی حلقوں کو "ملائی نظام" کا نام دے کر ان پر نہایت جذباتی انداز میں تنقید کی گئی ہے۔ صاحب مراسلہ نے اپنے آپ کو ایک عام آدمی کہا ہے اور صدر مملکت کو ان کے خلوص اور ترقی ملت کے سلسلے میں ان کی جدوجہد کا حوالہ دے کر مشورہ دیا ہے کہ وہ بھی مصطفیٰ کمال، رضا شاہ پہلوی، صدر ناصر اور ظاہر شاہ کی طرح پاکستانی معاشرے کو "ملائی نظام" سے نجات دلائیں۔

صاحب مراسلہ نے جن دلائل سے صدر مملکت کو متاثر کرنے کی کوشش کی ہے حسب ذیل ہیں:-

۱۔ یورپ میں مذہب جب تک معاشرے پر مسلط رہا معاشی اور عمرانی علوم ترقی نہ کر سکے اور معاشرے کے افراد کی تخلیقی اور تعمیری قوتیں آزاد نہ ہو سکیں۔ ہمارے یہاں بھی صورتِ حال اس سے مختلف نہیں۔ "ملائی نظام" معاشرے پر بری طرح حاوی ہے۔ چنانچہ خاندانی منصوبہ بندی" عائلی اصلاحات اور "کئی دیگر" منصوبے خاک میں مل جاتے اگر حکومت ان پر کروڑوں روپیہ ضائع نہ کرتی۔

۲۔ ملک میں جگہ جگہ مسجدوں کا "جال پھیلا ہوا ہے اور پرائیویٹ دینی مدرسے" ملائی نظام" کو نیا خون دیتے رہتے ہیں۔ یہ نظام عوام کے بہت قریب ہے اس لئے عوام پر اس کی گرفت بہت مضبوط ہے یہ گرفت کسی ترقی پسند جدید خیال کو آگے نہیں بڑھنے دیتی۔

۳۔ صاحب موصوف کا مشورہ ہے کہ جس طرح یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں پادریوں کی تعلیم و تربیت کے لئے الٰہیات کے شعبے قائم ہیں اور ان کے ذریعہ انہیں ایم۔ اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں ملتی ہیں۔ اسی طرح پاکستان کی یونیورسٹیوں میں بھی الٰہیات یا اسلامیات کا شعبہ قائم کیا جائے۔ دینی مدرسوں کو ختم کر دیا جائے اور کسی مسجد میں کسی ایسے خطیب یا امام کو داخل نہ ہونے دیا جائے جو ڈگری یافتہ نہ ہو۔ محکمہ اوقاف کے ذریعہ "ملائی نظام" کو کنٹرول کیا جائے۔

۴۔ دینی حلقوں نے "خلافت و ملوکیت" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں طاقت مہیا ہو جانے پر حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

ہمیں صاحب مراسلہ کے خلوص نیت پر شبہ نہیں۔ نہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کسی خاص مقصد کے تحت صدر ایوب کے نام کھلی چھٹی لکھی اور اسے ادارہ تحقیق اسلامی کے ماہوار جریدے میں شائع کروایا۔ ہم اس بات پر بھی حرف گیری نہیں کرتے کہ اگر وہ عام آدمی ہیں تو انہیں یہ بات لے کر عام پلیٹ فارم پر آجانا چاہیئے تھا اور ان خیالات کے اظہار کے لئے کوئی ایسا وسیلہ اختیار کرنا چاہیئے تھا جس میں سے "حسن طلب" کا پہلو شعوری یا غیر شعوری طور پر نمایاں نہ ہوتا۔ جس انداز میں اور جس راستے سے یہ بات آئی ہے وہ حسن طلب کا شاہکار تو کہلا سکتی ہے۔ صورتِ حال کی اصلاح کا جذبہ جو اس کی تہ میں یقیناً ہوگا مدھم پڑ گیا ہے۔ بہر حال ان سب باتوں سے قطع نظر ہم محترم مراسلہ نگار کی خدمت میں چند بنیادی باتیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اوّلاً یہ کہ پاکستان کے دینی حلقے صرف "خلافت و ملوکیت" کے مؤلف تک محدود نہیں ہیں اور نہ "خلافت و ملوکیت" کے مؤلف مولانا مودودی صاحب دینی حلقوں کے نمائندہ کہلا سکتے ہیں۔ اس لئے اس کتاب کے حوالے سے دینی حلقوں سے ناراض ہونا اور انہیں سیاسی اقتدار کا آرزومند قرار دے کر ان کے اثر و رسوخ کو کھو کھلا کرنے کی کوشش کرنا دیانت دارانہ طرزِ عمل نہیں ہے۔ صاحب مراسلہ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ "خلافت و ملوکیت" کو دینی حلقوں میں کوئی جگہ نہیں مل سکی۔ اور علمی حلقوں میں ایک کتب فروش کے کاروباری سٹنٹ سے زیادہ اسے کوئی وقعت حاصل نہیں ہو سکتی مؤلف موصوف کی سیاسی اور علمی دونوں حیثیتیں ان حلقوں میں محل نظر ہیں اور سنجیدہ علمی یا سیاسی حلقوں میں انہیں استناد کا کوئی درجہ نہیں دیا جاتا۔ موصوف اپنی دونوں حیثیتوں سے ان دونوں حلقوں کو صرف "اری ٹیٹ" کرتے ہیں اور یہی ان کی شہرت کی بنیاد ہے۔

دوسری بنیادی بات جو ان کے سمجھ لینے کی ہے یہ ہے کہ ہمارے مذہب کا ایک مخصوص مزاج ہے جو مسیحیت سے قطعی الگ ہے تاریخی طور پر مسیحیت اسلام سے عمر میں تقریباً چھ سو سال بڑی ہے اور خود مسیحی علماء کی تحقیق کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مصلوب ہو جانے کے بعد وحی الٰہی سے مسیحیت کا رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔ اور یہ تقریباً ڈھائی صدیوں تک حواریوں کے چند شاگردوں تک محدود رہی۔ اس عرصے میں جناب مسیح علیہ السلام کی ذات بابرکات یا شخصیت چند عقائد کا محور بن گئی۔ جن کے متعلق کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں کہ یہ عقائد وحی الٰہی کے نتیجے میں قائم ہوئے تھے۔ عقائد کا یہ مجموعہ ایک "سینٹ" (یا ولی) سینٹ پال کے کشف و کرامات کے اضافے کے ساتھ اس وقت کی عالمی طاقت روم کے دارالسلطنت قسطنطنیہ میں پہنچا۔ شہنشاہِ روم اس وقت نہایت درجہ اندرونی خلفشار میں مبتلا تھا اور سلطنت میں جگہ جگہ کسانوں اور محنت کشوں کی بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ سینٹ پال کی مسیحیت راضی برضا خود تادیبی اور خود کشتنی کی تعلیم دیتی تھی۔ جو شہنشاہ کے سیاسی مفادات کے لئے نہایت مفید اور مناسب تھی قوم کو زندہ در گور کر دینے کا اس سے بہتر طریقہ اس وقت کی دنیا میں ایجاد نہیں ہوا تھا۔ سیاست نے قوم کو زندہ درگور کر دینے ہی کے مقصد سے مذہب کو اپنایا۔ اسی مقصد سے "چرچ" کے نظام

کا قیام ہوا۔ یورپ کی نشاط ثانیہ شہنشاہیت کے اسی مقصد کے خلاف وہ تاریخی بغاوت ہے جس کا آغاز ہسپانیہ (سپین) اور صقلیہ (سسلی) جیسے یورپی مسیحی تہذیب کے مرکزوں میں اسلام کے سیاسی اور علمی نفوذ کے اثر سے ہوا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اسلام "پاپائیت" کی ضد تھا۔ اگر ضد نہ ہوتا تو نشاۃ ثانیہ کا آغاز نہ کر سکتا۔

مراسلہ نگار خود انصاف فرمائیں کہ اس تاریخی حقیقت کی موجودگی میں وہ صدر مملکت پاکستان کو کس بات کا مشورہ دے رہے ہیں اور "ملائی نظام" کو "پاپائیت" کے ہم پلہ قرار دے کر کس قدر ہولناک بے خبری کا ثبوت دے رہے ہیں۔

اسلام اس سے مختلف چیز ہے اس کا نظام تعلیم اور نظام فکر بالکل اور کلیتہً الگ ہے۔ مسلمانوں میں کسی سائنسدان کو پھانسی نہیں دی گئی اور کوئی گلیلو نہیں جس کو قلعے کی دیوار پر سے گرا کر ہلاک کر دیا گیا ہو۔ بو علی سینا اس دنیا کا بہت بڑا سائنسدان ہے۔ اسلامی معاشرے نے اسے ہلاک نہیں کیا۔ عمر خیام بہت بڑا ریاضی دان ہے وہ بھی کسی مذہبی تعصب کا شکار نہیں ہوا۔ تصوف بنیادی تجربے میں شریعت ہی کی ایک شاخ ہے۔ تصوف اور شریعت کی لڑائی ایک علم کی دو شاخوں کی خانہ جنگی ہے۔ منصور حلاج کو شریعت نے اس لئے سزا نہیں دی تھی کہ وہ سائنسدان تھے بلکہ یہ سزا شریعت کے ایک پہلو میں دخل اندازی کے جرم پر دی گئی تھی۔ اسلام میں سائنس اور مذہب کی کہیں لڑائی نہیں ہوئی۔

یہ اس لئے نہیں تھا کہ اس وقت کے سائنسدان اہل فقہ یا اہل شریعت سے زیادہ طاقت ور تھے بلکہ اس لئے تھا کہ اسلام علم اور سائنس سے بر سر جنگ نہیں ہے۔ محترم موصوف نے درس نظامیہ پر بعض بجا و درست اعتراضات کئے ہیں لیکن اس پہلو کو فراموش کر دیا کہ درس نظامی خود اس زمانے کی تمام سائنسوں کا مجموعہ ہے۔ یعنی اس میں فلسفہ بھی شامل ہے منطق بھی، طب بھی ہے اور ریاضی بھی۔ دوسرے لفظوں میں درس نظامی تجویز کرنے والوں کے ذہن پر کوئی پابندی نہ تھی وہ ایک طرف مشرک یونانیوں کا علم فلسفہ لیتے ہیں تو دوسری طرف سے ایران کی سائنس، طب کو بھی اپناتے ہیں۔ اسی درس کے فارغ التحصیل لوگ ارسطو اور بقراط کی تحقیق میں اضافے کرتے اور ان کی تنقید کرتے ہیں اور طب میں وہ اضافے ہوتے ہیں جو شاید بانیوں کے خواب میں بھی نہ تھے۔

اسلام میں نظام تعلیم کی بنیاد ہمیشہ سے ایک اور صرف ایک رہی ہے — اسلام اپنے پیروؤں کو چند اخلاقی اقدار کے تابع کرنا چاہتا ہے اور ان کے گرد ایک حلقہ قائم کرتا ہے جس سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ اسلام کی طویل تاریخ میں اس حلقے سے باہر جانے والوں کو پسند نہیں کیا گیا۔ اور ان کے حق میں کبھی رائے عامہ قائم نہیں ہو سکی۔ صرف یہی نہیں آج کی دنیا کے مشرق و مغرب میں بھی یہی حلقہ قائم کرنے کی کوشش ہوتی ہے یہ حلقہ دو بنیادی عناصر حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ذریعے قائم ہوتا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ بڑے سے بڑا تجدد پسند اور آزادی پسند بھی اس حلقے کو توڑنے کا مشورہ نہیں دے گا۔ اسلام کا نظام تعلیم اسی حلقے کے اندر قائم ہوتا ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ آپ ہر سائنس، ہر علم، ہر فن، ہر نظام کی تعلیم اپنے یہاں رائج کریں۔ ضرورت ہو تو چین تک کا سفر کر جائیں۔ لیکن آپ کی اس تعلیم کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے دائرے کے اندر ہونا چاہئے۔

دینی مدرسوں اور مغربی طرز کی یونیورسٹیوں کے درمیان یہ جنگ ہرگز نہیں ہے کہ دینی مدرسے نئے علوم و فنون کو اپنے حلقۂ درس میں شامل نہیں کرنا چاہتے۔ اگر حالات سازگار ہوں اور اس بے حد گراں تعلیم کا بار دینی مدرسے اٹھا سکیں تو انہیں شرع کی کوئی نص اس سے منع نہیں کرتی۔ دینی مدرسے درس نظامی میں بنیادی تبدیلیاں لانے پر شب و روز غور کر رہے ہیں اور یہ تبدیلیاں آج نہیں تو کل حالات کے مطابق ہوں گی۔ لیکن دینی مدرسے جس چیز کو برداشت نہیں کر سکتے اور نہیں کریں گے وہ اس حلقے سے یکسر آزادی ہے۔ اسی بات کو پلٹ کر یوں دیکھ لیجئے کہ کیا ہماری یونیورسٹیاں اپنے نظام تعلیم کو اس حلقے کے اندر پابند کرنے پر تیار ہیں، کیا یونیورسٹیاں یہ برداشت کریں گی کہ تعلیم کا بنیادی مقصد شاگرد کو مسلمان بنانا ہو، سائنسدان، فلسفی اور طبیب بننا ثانوی حیثیت رکھے اور رجحان کے زیر اثر خود بخود پرورش اور نمو حاصل کرتا ہے۔ مکرم مراسلہ نگار یقین فرمائیں کہ یونیورسٹیاں ایسا کرنے پر تیار نہیں ہوں گی۔ کیونکہ اس کے لئے انہیں اپنا پورا ڈھانچہ بدلنا ہوگا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ ایم، اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری علم و فضل کا اعلان ضرور ہے علم و فضل کے وجود کا حتمی ثبوت نہیں۔ آپ کے کتنے ایم۔ ایس۔ سی اور ڈاکٹرز ان سائنس ہیں جنہوں نے کوئی بہت بڑا تیر مار لیا ہے۔ اگر یونیورسٹیوں میں رائج نظام تعلیم کے دعوے سارے کے سارے کھوکھلے اور غلط نہیں تو اس کا کوئی نہ کوئی نمایاں ثبوت تو موجود ہوتا۔ ڈاکٹریٹ کے بعد پروفیسری یا اس سے کچھ آگے بھی ہوتا ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں کے موجودہ نظام تعلیم نے یقیناً اپنی افادیت کا کوئی بہت بڑا اور نمایاں ثبوت پیش نہیں کیا۔ صرف سائنس ہی میں نہیں کسی بھی شعبے میں۔ اس کا سیدھا سا ثبوت یہ ہے کہ آج تک ہر شعبے کے مشیر باہر سے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ قانون، طریق تعلیم، طب، صحت عامہ، زراعت، صنعت کوئی شعبہ نہیں جس میں آپ اپنی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل لوگوں پر اعتماد کر سکیں یا کر رہے ہوں۔ انتہا یہ ہے کہ آپ کی ملکی سیاست کو سمجھنے کے لئے ولایت سے لوگ آتے اور آپ کے قائد اعظم کی سوانح عمری آپ کے لئے لکھتے ہیں۔

لطیفہ یہ ہے کہ اپنے طریق تعلیم پر آپ کے اعتماد کا تو یہ عالم ہے اور اپنی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کی وقعت خود آپ کی نظروں میں اس سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس پر آپ صدر مملکت کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ مذہب اور دین کو بھی ان کے نااہل ہاتھوں میں دے دیں۔ یقین جانئے اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا اور آئندہ کبھی کوئی با اختیار شخصیت اس قسم کے نہایت درجہ تخریبی اور ضرر رساں خیالات سے متاثر ہو گئی تو مسجدوں پر تالے پڑ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

حبیب الرحمٰن اشرف جامعہ مدنیہ لاہور

# خالق تعالیٰ کا احسانِ عظیم

رسول دو جہاںؐ کی بعثت سے قبل دنیا بھر کے انسان شرک و کفر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ کہیں تو انسانوں نے درختوں کو معبود بنا رکھا تھا۔ کہیں دریاؤں کو مشکل کشا اور الٰہ سمجھا جاتا تھا کہیں آگ کی پرستش کو نجات کا ذریعہ گردانا جاتا تھا۔ کہیں سورج و تاروں کے سامنے بنی نوع انسان کا سر عبودیت خم تھا۔ اور کہیں مضبوط پتھروں کی پوجا پاٹ کا چرچا تھا۔ نادانی کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ کہ انسان خود جا کر پہاڑوں سے پتھر کندھوں پر اٹھا لاتے۔ اور چیر پھاڑ کر اس کو خدا بنا لیتے شاعر کہتا ہے ؎

تو انشا باش کیا کہنا ترقی اس کو کہتے ہیں
نہ ترشے تھے تو پتھر تھے جو ترشے تو خدا ٹھہرے

غرضیکہ ہر ایں چیز کو انسانوں نے اپنا آقا اور خدا تسلیم کر لیا تھا جس سے وہ کسی فائدہ و نفع کے متمنی تھے یا جس کی مہیب اور ڈراؤنی شکل و صورت سے وہ خائف تھے۔ انسانوں نے اپنے آپ کو اکثر مخلوقات سے کمتر سمجھ رکھا تھا۔ اسی احساس کمتری کی وجہ سے وہ شرک جیسے ظلم عظیم میں مبتلا تھے انسانوں نے نہ صرف شرک و کفر کو اپنایا تھا۔ بلکہ ان میں ہر بری سے بری صفت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ شراب نوشی ان کا بہترین مشغلہ تھا۔ لوٹ مار جنگ و جدل ان کا معمول بن گیا تھا۔ ظلم و ستم میں وہ لاثانی تھے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے پر وہ فخر کرتے تھے۔ بے حیائی اور عریانی حد سے متجاوز ہو گئی تھی۔ دھوکہ بازی، غداری ریاکاری عیاری میں ان کو کمال حاصل تھا۔ امن کا نام و نشان دنیا سے مفقود ہو گیا تھا۔ ظلم و تعدی کا دور دورہ تھا۔ ہر طرف خطرات اور بدامنی کے جھکڑ چل رہے تھے

اتنے میں انسانوں کے حقیقی معبود اور سچے مشکل کشا نے انسانوں کو قعر مذلت سے نکالنے کے لئے ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا جو امانت داری پرہیزگاری عفو و درگزر میں تمام دنیا سے ممتاز تھے جو بچپن سے ہر خامی اور تمامی عیوب سے مبّرا تھے۔ جو تمام ظاہری اور باطنی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ جو ان تمام صفات عالیہ کے حامل تھے۔ جو سابقہ انبیا علیہم السلام میں موجود تھیں آدمؑ کی انابت نوحؑ کا جوش تبلیغ داؤدؑ کی خوش الحانی سلیمانؑ کی حکومت و دانائی ایوبؑ کا صبر و ہمت۔ زکریاؑ کی عبادت یحییٰؑ کی عفت و پاک دامنی۔ یعقوبؑ کی تسلیم۔ یوسفؑ کا حسن و جمال ہارونؑ کی رفاقت یوشعؑ کا جہاد لوطؑ کی جانبازی و جانفشانی ابراہیمؑ کی بت شکنی اسماعیلؑ کا ایثار موسیٰؑ کا جوش عیسیٰؑ کی زہد و خاکساری الغرض جملہ خوبیاں اور بھلائیاں ان میں موجود تھیں۔ سچ ہے ؎

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کسی نے عربی میں کہا ہے ؎

لکل نبیّ فی الانام فضیلۃ
وجملتہا مجموعۃ لمحمدؐ

جو خوبی کسی وقت جہاں کہیں اور جس کسی میں بھی پائی جا سکتی تھی۔ وہ خوبی اس رسولؐ میں بدرجۂ کمال موجود تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ وہ رسولؐ بے شمار ایسی صفات سے متصف تھے جو دوسروں کو میسر نہ تھے۔ بالفاظ دیگر جن خوبیوں سے وہ رسولؐ متصف تھے۔ وہ نہ تو کُل کی کل کسی ولی اور قطب کو اور نہ ہی کسی نبی اور رسول کو میسر تھیں ؎

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

وہ رسول جن کو ایسی کامل و اکمل کتاب ملی جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے چیلنج کے باوجود نہ صرف عرب فصحاء و بلغا نے ہتھیار ڈال دئے۔ بلکہ تمام مخلوقات میں سے نہ تو فرداً فرداً کسی سے اس چیلنج کا جواب بن سکا اور نہ ہی جمع ہو کر مقابلہ کر سکے۔ جس کے ہر ہر حرف میں معانی کے دریا بہائے گئے ہیں۔ جس کے سامنے دنیا بھر کی شہرۂ آفاق کتابیں ماند ہو کر رہ گئیں۔ جس کی حفاظت کی ذمہ داری وحدہٗ لاشریک نے خود اٹھائی جس کے ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں مل جاتی ہیں۔ جو باطنی اور ظاہری ہر قسم کی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ جس کے پڑھنے اور پڑھانے والے کو سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔

وہ رسولؐ جن کے زہد و پرہیزگاری کے سامنے بڑے بڑے احبار اور رہبان سرنگوں ہوئے۔

جن کی فصاحت و بلاغت کے سامنے فصاحت و بلاغت پر نازاں انسانوں نے ہار تسلیم کی۔ جن کے حسن و جمال کے سامنے دنیا بھر کے حسین و جمیل ہیچ نظر آنے لگے۔

؎ ہر اک موتی کی قیمت گھٹ گئی بازارِ عالم میں
مقابل ان کے جب وہ بے بہا دُرِّ یتیم آیا

وہ رسولؐ جن کی دانائی اور ذہانت کا اعتراف دوست و دشمن نے کیا۔ جن کی صداقت و امانت داری کا اقرار ہر کہ و مہ کو کرنا پڑا۔ جن کی بہادری، اولوالعزمی اور جرأت و استقلال کا چھوٹا بڑا قائل تھا۔

وہ رسولؐ جو رات کے قلیل حصہ میں مکہ معظمہ سے آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے عجائبات قدرت کا مشاہدہ فرماتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ بلکہ وہاں سے بھی آگے تشریف لے گئے۔ جہاں نہ ان سے پہلے کوئی جا سکا۔ نہ بعد میں کوئی جا سکے گا۔ خدا جانے انہوں نے اس رات کیا کچھ ملاحظہ فرمایا ہو گا کتنے مشتاقانِ زیارت کو شرفِ زیارت بخشا ہو گا۔ اور خالق کل اور امام الکل نے آپس میں کیا باتیں کی ہوں گی۔

وہ رسول جن پر اتری ہوئی کتاب امام الکتب ہے۔ جن کی شریعت امام الشرائع ہے۔ جن کی امت امام الامم ہے۔ جن کا زمانہ امام القرون اور خود امام الرسل بلکہ امام الکل ہیں۔

؎ نبی کوئی نہیں آیا ہے ایسی شان و شوکت کا
بساط دہر پہ یوں تو ہزاروں انبیاءؑ آئے

دنیا میں فصحا و بلغا بھی ہزاروں لاکھوں پیدا ہوتے ہیں۔ حسن و جمال والوں کی بھی کمی نہیں مقنن منطقی فلسفی زیرک بھی بے شمار گزرے ہیں۔ بہت سے حاذق حکیموں اور طبیبوں نے بھی دنیا کو اپنے فن کے کرشمے

دکھائے ہیں۔ فرمانروا اور تاجدار بھی کچھ کم نہیں ہو گئے۔ مشہور و نامور سخی بھی گزرے ہیں۔ لیکن تاریخ سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے شخص کا نام پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے گی۔ جو اکیلا ان تمام صفات کا حامل ہو۔

وہ رسول جن کے معمولی اشارے پر خداوند تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا۔ جن کے فراق میں کھجور کا خشک تنا دیوانہ وار رونے لگا۔ جن کو اشجارِ احجار سلام کرتے۔ جن کی انگلیوں سے آبِ شیریں کے فوارے چھوٹ پڑتے جن کی غلامی پر جبریل امینؑ اور دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ فخر کرتے۔ جن کی سرکار میں ہر بے آرام کو آرام مل جاتا۔ اور جن کی ذات اقدس پر رسالت و نبوت ختم ہوگئی۔ وہ رسولؐ جن کو لوگوں نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ اُن پر گندگی ڈالی گئی۔ ان کے راستوں میں کانٹے بچھائے گئے اُن کے دانت شہید کئے گئے۔ اُن کو پتھروں سے لہولہان کیا گیا۔ اُن کو ان کے پیارے وطن سے نکالا گیا۔ ان کے اقارب اور جاں نثاروں کو شہید کیا گیا۔ غرضیکہ ان پر وہ مصیبتیں توڑی گئیں۔ جنہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اس رسولؐ نے کبھی کسی کے حق میں بددعا نہیں کی بلکہ ہمیشہ دعاءِ خیر ہی دیتے رہے اس رسول (ابی و امی) نے قوم کو یہ مسرت بخش پیغام سنایا۔ کہ لوگو! جن چیزوں کو تم آقا اور خدا سمجھ کر پوج رہے ہو وہ نہ تمہارے آقا ہیں نہ خدا۔ بلکہ وہ تو تمہاری خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ وَسَخَّرَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ (اس نے رات اور دن کو سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگایا۔ اور ستارے اُسی کے احکام سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ وَھُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْہُ لَحْمًا طَرِیًّا (اور وہ جس نے دریا کو کام میں لگایا ہے۔ تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔

ھُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (وہ ہے جس نے زمین کی سب چیزیں تمہارے لئے پیدا کی ہیں)۔ لوگو! ان چیزوں کی پرستش کرنی چھوڑ دو۔ یہ اس قابل نہیں کہ تم ان کے سامنے سر جھکاؤ۔ کیونکہ یہ تمہارے خادم ہیں۔ تم مخدوم ہو یہ غلام ہیں تم آقا ہو۔ تمہارا خدا تمہارا معبود تمہارا مشکل کشا صرف ایک ذات ہے۔ جس کا نام نامی اللہ ہے۔ اَللّٰہُ رَبُّکُمْ (اللہ تمہارا رب ہے) اُسی نے تمہیں تمہارے ماں باپ اور سارے جہان کو پیدا فرمایا ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (جس نے زمین و آسماں کو بنایا اور اندھیرا و اجالا بنایا) اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ (اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے چھ روز میں بنایا) وہ اللہ جو تمہیں آبادیوں اور بیابانوں میں رزق بہم پہنچاتا ہے جو سمندر کی مچھلیوں کی پرورش کرتا ہے۔ جو پہاڑوں کے لعل و گہر کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ جو جنگل کے جانوروں کی نگہبانی و محافظت کرتا ہے جس نے حیوانوں تک کو گرمی سردی سے بچنے کا طریقہ سکھایا۔ اور جس نے انہیں دوست و دشمن کی پہچان دی ہے۔ جس کا کوئی ثانی نہیں لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (کوئی چیز اُس کی مثل نہیں) جو علی کل شیءٍ قدیر اور فعال لما یرید ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَحْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) جو سب چیزوں کا مالک ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ سب اسی کا ہے) لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اُسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں) لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی (اُسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان اور گیلی زمین کے نیچے ہے) جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ (اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے)۔

جز خدا کس نیست با تو مہربان
دل مدہ غیر از خداوند جہاں

جس کے وجود پر زمین و آسماں اونچے پہاڑ چٹیل میدان بہتی نہریں سرسبز کھیتیاں چلتی ہوائیں۔ دن اور رات کا ہونا۔ خود تمہارا وجود غرضیکہ ہر شئی زبانِ حال سے گواہی دے رہی ہے۔ جس کے دروازے سے کوئی سائل نامراد نہیں لوٹتا۔

؎ پہنچتا ہے ہر اک میکش کے آگے دورِ جام اسکا
کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطفِ عام اسکا

لوگو! اپنا سرِ عبودیت صرف اسی کے سامنے جھکاؤ۔ اسی سے مشکلات میں آسانی چاہو۔ وہی تمہاری حاجت روائی کرے گا وہی تمہاری مشکلات آسان فرمائے گا۔ اور تمہاری ساری حاجتیں وہی بر لائے گا۔

؎ مشکلوں کی جس کو حالی ہے خبر
مشکلیں آساں وہی فرمائے گا
ہر چیز مسبب سبب سے مانگو
منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو

از خدا خواہ ہر چہ خواہی اے پسر
نیست در دست خلائق خیر و شر

لوگو! اپنے مرتبہ و مقام کو پہچان لو! اپنے آپ کو ذلت میں نہ ڈالو۔ تمہارا مقام بہت اونچا ہے۔ تم تو زمین پر اللہ کے خلیفہ ہو۔ وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ (اس نے تم کو زمین پر اپنا نائب بنایا ہے تمہیں تو خدا نے سب پر عظمت بخشی ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (اور تحقیق ہم نے عزت دی ہے۔ بنی آدم کو) دنیا میں جو کچھ ہے۔ تمہاری خدمت کے لئے ہے۔ اپنے خادموں کو خدا نہ بناؤ لوگو اپنے خالق حقیقی اور معبود حقیقی کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ لوگو! لوٹ مار سے باز آؤ۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ جھوٹ اور فریب سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ شراب کے قریب بھی نہ جاؤ۔ خدا کی مخلوق کو آزار نہ پہنچاؤ

؎ حق ندارد دوست خلق آزار را
نیست ایں خصلت یکے دیندار را

اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ لوگو! والدین کی عزت کرو۔ بیویوں کے حقوق پہچانو۔ غلاموں کو بے جا تنگ نہ کرو

(باقی صہ۱۴ پر)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

# درسِ قرآن

منعقدہ ۲۹ جنوری ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی۔ اے

(۲)

— میں حَرَج پر بحث کر رہا ہوں — کہ مکہ والوں نے، قرب و جوار والوں نے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت دی کہ اے لوگو! تم لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ تم دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاؤ گے تو انہوں نے حضورؐ کی اس بات کا موازنہ کس بات کے ساتھ کیا؟ اپنی مادی زندگی کے ساتھ۔ اور کہا کہ اگر واقعی آپؐ خدا کے نبی ہیں تو پہلے تو یہ کہا کہ یہ قرآن مکے میں کسی مالدار آدمی پر نازل ہوتا یا طائف میں کسی مالدار آدمی پر نازل ہوتا کیونکہ اس وقت حجاز عرب میں یہی دو شہر تھے۔ قَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٌ۔

قَرْیَتَیْن۔ کا لفظ قرآن میں آتا ہے — دو بستیاں۔ ایک بستی سے مراد مکہ مکرمہ اور دوسری بستی سے مراد طائف شریف ہے کہ قرآن اگر نازل ہوا تو ایسی ذات پر نازل ہوا جن کی پیدائش سے پہلے ہی ان کو یتیمی کا گویا ایک قسم کا داغ لگ چکا تھا (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو) کہ آپؐ پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو چکے ہیں اور آپؐ کے ہاں نہ کوئی مال ہے نہ کوئی دولت ہے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا۔ آپؐ کی دعا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّتَوَفَّنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ ط تو ایسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات مان لینے میں ہمارے لئے دارین کی کامیابی کس طرح ہو سکے گی؟

میرے بزرگو! دیکھو تو قرآن مجید کو، نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب تشریف لائے تو ان کی قوم نے کیا کہا؟ یہی کہا کہ اے نوحؑ! تیرے ساتھ چند آدمی ہیں یہ ایمان لانے والے، باقی اکثریت کی طاقت ہمارے ساتھ ہے۔ اس لئے تیرے پاس کوئی مادی قوت نہیں۔ انجام کیا نکلتا ہے؟ دیکھ لیجئے قرآن مجید میں۔ جب طوفانِ نوحؑ آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام محفوظ رہے۔ اور وہ لوگ مَنْ اٰمَنَ مَعَہٗ وَمَا اٰمَنَ مَعَہٗ اِلَّا قَلِیْلٌ ط قرآن یہ بھی فرماتا ہے۔ فرمایا جب ہمارا عذاب آیا تو کون بچے —؟ حضرتِ نوح بچے (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) وَمَنْ اٰمَنَ مَعَہٗ اور آپؐ کے ساتھ جو لوگ یقین لائے تھے، ایمان لائے تھے، وہ بھی بچ گئے۔ لیکن وہ کتنے تھے؟ وَمَا اٰمَنَ اِلَّا قَلِیْلٌ ط چند ہی لوگ تھے جو آپؐ پر ایمان لائے تھے۔ باقی سارے آپؐ کے خلاف تھے۔ اور خلاف کیوں تھے؟ قرآن کو دیکھ لیجئے —— وہ کہتے تھے۔ اے نوحؑ! تجھ پر ایمان لانے والے تو ہمارے کمینے لوگ ہیں، یہ تو بے وقوف ہیں، یہ تو سمجھتے ہی کچھ نہیں۔ ان کو کیا پتہ ہے؟ ان کا اسلام تو پرانا اسلام ہے، ماڈرن اسلام نہیں ہے۔ انہیں کیا پتہ ہے، ذات کسے کہتے ہیں۔ اس لئے ہم تجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ تو کوئی مادی اسلام پیش کر جس میں ہمارے لئے مادیت کا نظام ہو۔ تو قرآن مجید کو دیکھ لیجئے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہی جواب فرمایا کہ تم اس بات کو نہیں سمجھتے، میرے رب کا یہی فیصلہ ہے۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جب طوفانِ نوح آیا تو کون بچے؟ یہی لوگ بچے۔ مَنْ اٰمَنَ مَعَہٗ وَمَا اٰمَنَ مَعَہٗ اِلَّا قَلِیْلٌ ط قرآن یہ بھی فرماتا ہے کہ چند ہی لوگ تھے جو آپؐ پر ایمان لائے —— اور دیکھ لیجئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ کی قوم زراعت اور باغبانی میں بڑی ماہر تھی۔ اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ ط کہا جاتا ہے — جھنڈوں والے — جن کے ہاں باغات کے جھنڈ تھے۔ پودوں کے جھنڈ تھے، سرسبزی تھی اور بڑے باغ و بہار تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! یاد رکھو تمہاری کامیابی اس میں نہیں ہے۔ اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور خدائی نظام کو قبول کرو۔ انہوں نے کہا۔ چھوڑو جی، تم کیا کہتے ہو؟ یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَہُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰکَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ج اے شعیب! ہم تیری بات کو سمجھ نہیں سکتے — کیا ترجمہ نہیں سمجھتے تھے؟ ترجمہ تو سمجھتے تھے، آپ میری بات کا ترجمہ سمجھتے ہیں، میں آپ کی بات کا ترجمہ سمجھتا ہوں — مَا نَفْقَہُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ۔ جو کچھ تو کہتا ہے اس میں سے بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ آج کسی سے کہہ دو کہ "بھائی! تم توبہ کرو خدا مینہ برسا دے گا" "جی کیسے برسائے گا؟ بات سمجھ میں نہیں آتی!" آج کہتے ہیں نا بارش نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ کا عذاب ہم پر مسلط ہے ہمارے اعمال کی وجہ سے، جو ہم نے زمین میں بیج بویا تھا وہ بیج بھی ضائع جانے کا خطرہ ہے (اللہ تعالےٰ نقصان سے بچائے) لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا۔ جو محنت کی تھی وہ سب ضائع جانے کا امکان ہے۔ تو اگر کہہ دیا جائے کہ کہ ہمارے بھائیو، دوستو، اور بزرگو! ہم سب کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے جو نظام ہمارے سامنے پیش کیا ہم اسی نظام کی پیروی میں اپنی زندگی کا راہِ عمل متعین کریں۔ وہ نظام کیا ہے! سورت نوحؑ کو ہی دیکھ لیجئے کہ جب قوم نوحؑ پر عذاب آیا تو آپؑ نے چونکہ ایک بڑا کافی زمانہ قوم میں تبلیغ کی۔ آپؑ کی عمر مبارک ساڑھے نو سو سال ہے قرآن کے الفاظ میں، ۹۵۰ سال آپ اپنی قوم میں رہے۔ طوفانِ نوحؑ کے بعد بھی کچھ زمانہ رہے اور پہلے جو زمانہ ہے وہ تو کافی زمانہ آپؑ نے ان کو تبلیغ کی، سمجھایا۔ لیکن انہوں

نے جواب میں یہی کہا ، تو اُسے سمجھانے کی وجہ سے جب انہوں نے نافرمانی کی مقابلے میں ـــ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا رہا۔ پہلے عذاب آیا کچھ، قحط کا عذاب ، بارش رک گئی تو آپؑ نے کیا فرمایا ؟ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ؕ حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم ! اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۔ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگو۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ تمہارا رب تمہارے گناہوں کو بخشنے والا ہے ـــ جب تمہارے گناہوں کو بخش دے گا تو کیا ہوگا ـــ ؟ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ تم پر بارش بھیج دے گا جو تم پر برستی رہے گی۔ وَيُجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ اللہ تمہاری کھیتیوں کو باغات بنا دے گا۔ تمہارے لئے پانی کی نہریں جاری کر دیگا۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ تم اللہ کی بات کا کیوں وزن نہیں سمجھتے ؟ یعنی اللہ کی بات کو تم کیوں بے وزن سمجھتے ہو ؟ بندوں کی بات کو مان لیتے ہو، خاک و خون میں پلنے والے انسان کی بات کو تم مان لیتے ہو لیکن قرآن مجید جو کہتا ہے ، اللہ جو فرماتا ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں اس بات کا وزن تم کیوں کچھ نہیں سمجھتے ؟

چنانچہ قوم نوحؑ نے جب انکار کیا تو تباہ ہو گئی ـــ قوم شعیب حضرت شعیبؑ کے مقابلے میں آئی ، تباہ ہو گئی۔ میں یہ چند مثالیں عرض کر رہا ہوں۔ اسی طرح باقی اوقات میں جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے تو قوم نے ان سے مطالبہ کیا وہ یہی مطالبہ تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ تشریف لائے فرعون کے مقابلے میں تو اُس نے یہی کہا کہ تم اس موسیٰ کی بات مانتے ہو؟ مَهِيْنٌ ۙ (نعوذ باللہ) جو بڑا ذلیل ہے ؟ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۔ بات بھی یہ نہیں کر سکتا ؟ اگر یہ خدا کا سچا رسول ہے تو اس پہ سونے چاندی کے کنگن خدا نے نازل کیوں نہیں کئے ؟

دیکھا ؟ وہی مادیت کا مقابلہ ۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم ! اللہ پر ایمان لاؤ ـــ تو قوم نے آپؐ سے کہا کہ اے نبی ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپؐ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو آپؐ کے لئے اللہ تعالیٰ باغ بناتا، نہریں جاری کرتا ، سونا چاندی نازل کرتا۔ تو ان باتوں کو سن کر (قرآن شریف میں آتا ہے سورت حجر میں) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ اے میرے حبیبؐ ! ہم جانتے ہیں کہ تیرا دل ان باتوں سے تنگ ہو جاتا ہے جو وہ کہتے ہیں ـــ یہ کہتے رہیں گے ان کو سن کر آپؐ اپنے دل میں کچھ بھی خیال نہ فرمائیں۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ آپؐ اپنے رب کی پاکی بیان کریں اور بس میرے کام میں آپ لگے رہیں۔

(باقی آئندہ)

## بقیہ ص۱۲ سے آگے

اغرضیکہ اس رسولؐ نے تعلقات خداوندیؐ تعلقات عباد ، جلوت خلوت ۔ حاکمیت محکومیت صلح و جنگ ازدواج و تجرد حاصل یہ کہ زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہر کام کا طریقہ تبلایا ( اُس رسولؐ کا یہ پیغام سن کر پہلے پہل تو لوگ بگڑ گئے ۔ اور اذیتیں دینے پر تل گئے لیکن وہ رسولؐ تمام صعوبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے ۔ اور اپنا پیغام شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ پہنچاتے رہے ۔ آخرکار انسان سنبھلنے لگے ۔ انہوں نے اپنے حقیقی معبود اور اپنے اونچے مقام کو پہچان لیا ۔ انہوں نے غیروں سے رشتہ توڑا خالق حقیقی سے رشتہ جوڑا اور اس رسولؐ کی غلامی اور فرمانبرداری پر فخر کرنے لگے۔ بتوں کو توڑ دیا ۔ شراب کو چھوڑ دیا غنڈہ گردی بے حیائی بے رحمی اور ہر برائی سے بیزار ہو گئے ۔ نیک صفات کو اپنانے لگے ۔ سچے خدا کو پوجنے لگے ۔

وہ انسان جو پہلے بے جان پتھروں سے خائف رہتے ۔ آج وہ قیصر و کسریٰ کے درباروں میں ان کے مذہب کے خلاف سچے مذہب کا بلا خوف و خطر اعلان کر رہے ہیں ۔ اُن کے دلوں میں آج غیر اللہ کے رعب و دبدبہ کی کوئی گنجائش نہیں سچ ہے ؎

مل جاتی ہے جب دولت ایمان نبی سے
ڈرتا نہیں پھر دہر میں انسان کسی سے

جن کے سر کل تک ہر پتھر کے سامنے خم تھے ۔ آج وہ کسی کو اس قابل نہیں سمجھتے ۔ وہ جو کل تک وحدہٗ لا شریک کا نام سننا بھی گوارہ نہیں کرسکتے تھے آج اُسی کی رضا کی خاطر اس کے تمام نہ ماننے والوں سے (خواہ والدین تھے ۔ یا بہن بھائی یا اولاد یا اور رشتہ دار) قطع تعلق کر چکے ہیں ۔

وہ انسان جو پہلے لوٹ مار پر فخر کرتے آج وہ دوسروں کے نگہبان بن گئے ۔ وہ جو شراب پی کر دن کو بھی مست رہتے ۔ آج وہ رات بھر عبادت میں مصروف نظر آتے ہیں ۔ غرضیکہ اس رسولؐ اس خاتم النبیینؐ اس امام المرسلین اس شفیع المذنبین اس رحمۃ للعالمین اس ہادی اعظم اس مصدر اخلاق نے دنیا کو امن و امان سکون و اطمینان کی دولت بخشی ۔ انسانوں کو جہنم کے کنارے سے ہٹا کر فردوس کا وارث بنایا ۔ ان کو ان کا مقام سمجھایا ۔

صحیح تمدن اور صحیح معاشرت کی تکمیل فرمائی ۔ روز الست کا فراموش کیا ہوا وعدہ یاد دلایا ۔ خدا و بندے کا رشتہ باہم مضبوط فرمایا ۔ غرضیکہ بے شمار احسانات فرمائے اپنے محسن کو بھیج کر خدا نے ہم پر احسان عظیم فرمایا ۔ ارشاد ہے ۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

تحقیق احسان کیا اللہ نے ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں ایک عظیم الشان رسول اُنہی میں پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اُس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات ۔ اگرچہ وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

# ہدایت دی راہ

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ حال وارد لاہور

مندرجہ ذیل تقریر ریڈیو پاکستان لاہور کے پنجابی زبان کے پروگرام "جمہور دی آواز" میں ۲۸ر جولائی بروز جمعہ نشر ہوئی جو قارئین خدام الدین کی ضیافت طبع کے لئے بشکریہ ریڈیو پاکستان من و عن شائع کی جارہی ہے۔ (محمد عثمان غنی بی اے)

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد:-
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ ؕ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ ز وَّلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ لا فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ج وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ لا بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۝ (البقرۃ ۶ تا ۱۰)

ایہناں آیتاں دا ترجمہ ایہہ وے اللہ تعالیٰ فرماندے نیں اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک جنہاں لوکاں نے انکار کیتا اے سَوَآءٌ برابر اے ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ توں اوہناں نوں ڈرایا نہ ڈرا اوہ ایمان نہیں لیان گے۔

اگے فرمایا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ پاک پروردگار نے اوہناں لوکاں دے دِلاں اور کنّاں تے مہر لگا دِتی اے۔

فیر حکم ہویا وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ اور اوہناں دی اکھاں دے اُتے پردہ اے وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اور اوہناں دے واسطے وڈا عذاب اے۔

فیر ارشاد ہوندا اے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ اور کجھ ایہو جے لوک وی نیں جہڑے کہندے نیں کہ اسی اللہ اور قیامت دے دن تے ایمان لیائے آں حالانکہ اوہ اپنے آپ نوں ہی دھوکہ دیندے نیں تے اوہ ایماندار نہیں ہن

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝ اللہ رب العزت اور ایمانداراں نوں دھوکہ دیندے نیں حالانکہ اوہ اپنے آپ نوں ای پئے دھوکہ دیندے نیں۔ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝ اور نہیں سمجھدے۔

فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اوہناں دے دلاں وچ بیماری اے۔ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ج فیر اللہ نے اوہناں دی بیماری وَدھا دِتی۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور اوہناں دے واسطے درد ناک عذاب اے بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۝ ایس لئی کہ اوہ جھوٹ بولدے سن۔

قرآنِ حکیم اپنی اک سو چودہ سورتاں تریّاں سپاریاں وِچ دنیا تے آخرت دی کامیابیاں تے ہر قسم دی پیش آن والیاں ضرورتاں، مصیبتاں تے پریشانیاں دا جامع تے مکمّل دستور حیات اے۔ چناں چہ قرآن شریف دی ہر سورت دا اپنا اک موضوع اے۔ جس تے تفصیل نال گفتگو کیتی گئی اے۔ مثلاً قرآن دی سب توں وڈی سورت ایہو ای سورت بقرہ اے جدھے وچ اوس وقت دی سب توں وڈی قوم بنی اسرائیل دا تے اوہناں دی کمزوریاں تے سرکشیاں دا تفصیل نال ذکر کیتا گیا اے۔ نال نال بعض ہور گمراہ قوماں تے گروہاں دا وی کسے نہ کسے طراں ذکر آگیا اے ایسے طراں دوسری سورت وچ جانی پہچانی قوم دا براہِ راست ذکر اے تے نال ای بنی اسرائیل نوں وی اوہدے وِچ پیش نظر رکھیا گیا اے۔ سو قرآنِ حکیم دے موٹے موٹے مضامین پنج حصیاں وچ تقسیم کیتے جاسکدے نیں۔

پہلے حصے وچ اوہ حکم بیان کیتے گئے نیں۔ جنھاں دا کرنا ہر انسان تے فرض اے۔ اور اوہناں گلاں توں روکیا گیا اے۔ جنھاں توں ہر نیکو کار نوں رُکنا چاہی دا اے۔ اوہدے وچ عبادات تے معاملات تے گھریلو ذمّے داریاں دا بیان ایں۔ نال نال مُلکی تے انتظامی معاملات نوں وی کھول کھول کے بیان کیتا گیا اے۔

دوسرے حصّے وچ یہود و نصاریٰ تے مشرکین تے منافقین ایہناں چوّاں گروہاں دے متعلق گل کتھ کیتی گئی اے اہدی تشریح علم کلام دے ماہراں نیں اپنیاں تصنیفاں وچ مفصل طور تے بیان کیتی اے۔

تیسرے حصّے وچ اللہ تعالیٰ نے اوہناں نعمتاں تے نشانیاں دا ذکر کیتا اے جنھاں دی ایس زمین تے وسّن والے انساناں نوں ضرورت سی۔ اور ایسے باب وِچ اللہ تعالیٰ دی صفاتِ کاملہ دا ذکر وی شامل کیتا گیا اے۔

چوتھے حصے وچ اللہ تعالےٰ دے بیان کیتے ہوئے حالات و واقعات دا علم اے ایہدے وچ اوہناں تمام واقعات دا بیان شامل اے جہڑا وفادار تے نیکوکار بندیاں دا انعام اور خدا دے نافرمان بندیاں دی سزا دا ذکر اے۔

پنجویں حصّے وچ موت تے اوہدے بعد آن والے حالات و واقعات دا بیان شامل اے۔ مثلاً قبر، حشر نشر، حساب کتاب، میزان، جنت دوزخ وغیرہ

ایہناں تلاوت کیتیاں گیاں آیتاں دے وچ اوہناں لوکاں دا ذکر اے جنھاں نے اپنی شامتِ عمل اور مسلسل خدا دی نافرمانی نال اپنے نورِ بصیرت دا چراغ گُل کرلیا اے۔ اوہناں بدبختاں وِچ ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ تے شیبہ جیسے منافقاں دا ذکر اے۔

فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ

عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ
لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ
وَعَلٰی سَمۡعِهِمۡ ؕ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَۃٌ ۫
وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۝ اے حبیب پاک!
تسی ایہناں بدبختاں نوں ڈراؤ بھاویں نہ
ڈراؤ ایہناں چکنیاں گھڑیاں تے ہُن کوئی
گل اثر نہیں کر سکدی۔ کیونکہ ہر انسان
دے علم دے ایہو ای تنے رستے سن
کہ اوہ کناں نال سُندا اے۔ اکھاں
نال ویکھدا اے تے دل نال سمجھدا اے
تے فیر جدوں اپنے گناہاں دی پاداش
وچ دل اور کناں تے مہر لگ گئی
اور اکھاں تے پردہ پے گیا۔ تے گویا
نہ ایہہ ہدایت نوں سمجھ سکدے نیں نہ
حق نوں ویکھ سکدے نیں۔ اور نہ ہی
سچی گل نوں سُن سکدے نیں۔ کیونکہ ایہناں
نیں تکبر تے مسلسل خدا دی نافرمانی دی وجہ
نال اپنے دل تے نامۂ اعمال نوں سیاہ
کر چھڈیا۔ تے اللہ دے کلام توں متاثر
نہیں ہوندے حالانکہ آقائے نامدار صلی
اللہ علیہ وسلم کولوں ابوہریرہ روایت
فرماندے نیں کُلُّ مَوۡلُوۡدٍ یُوۡلَدُ عَلَی
الۡفِطۡرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوۡ
یُنَصِّرَانِهٖ اَوۡ یُمَجِّسَانِهٖ۔ ہر بچہ
جدوں پیدا ہوندا اے اپنی اصل
فطرت تے پیدا ہوندا اے تے فیر
باہر دی ہواواں اوہدے اندر دی روشنی
نوں بجھا دیندیاں نے۔ اگر یہودیت
دے اثرات غالب آگئے تے چراغِ
فطرت نوں گل کر دین گے۔ اگر نصرانیت
یا مجوسیت دا طوفان آگیا تے یقیناً
فطرت دی کشتی ڈگمگان لگ پئے گی۔

فطرتِ انسانی دے بارے وچ ہمیشہ
توں اختلاف پایا جاندا اے۔ کجھ لوگ
انسانی فطرت دے وچ بدی ہی بدی
نوں محسوس کردے نیں۔ اوہناں دے
نزدیک بعض اوقات عارضی طور تے کوئی
بیرونی چیز اوہناں دی بدی نوں ماند کر
دیندی اے تے کجھ دیر واسطے اوس
دے وچ نیکی جلوہ گر ہو جاندی اے

بعض لوکاں دا ایہہ خیال رہیاہ
اے کہ فطرت انسانی بالکل سادہ واقع
ہوئی اے اوہدی اصل دے وچ نہ
تے نیکی اے نہ محض بدی اے۔ بیرونی
اثرات جس طراں دے اوہنوں میسر آن گے
اوہ اوہناں وچ ای ڈھل جائے گی۔
لیکن قرآن حکیم نے ایہناں سب توں
اپنی راہ الگ کڈھی اے۔ اوہ کہندا
اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ انسان سرتاپا
نیک فطرت تے جنم لیندا اے۔ اوہدے
وچ اوس ویلے خیر دے سوا کجھ
نہیں ہوندا۔ خیر جیوں جیوں برائی دے
وچ پیندا اے اوہ بُرا بندا جاندا اے
لہٰذا نیکی اوس دی فطری عمل اے
اور بدی غیر فطری، اوپرا تے سراسر بناوٹ
اے۔ اگر اوہ نیکی تے قائم این تے
ایہہ اوہدی فطرت اصلی اے اور اگر
او بد ہوگیا اے تے ایہہ بناوٹ اے
قرآن ایسے نوں فطرتِ صالحہ، دین الٰہی
دین قیم، دین حنیفی صراط مستقیم، فطرت
اللہ، صبغۃ اللہ، اور اسلام کہندا اے

چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی
عنہ نے فرمایا اے۔ کہ جدوں انسان
کوئی گناہ کردہ اے تے اوہدے دل
دے اُتے اک کالا نقطہ لگ جاندا
اے۔ اگر اوس نے توبہ کیتی تے گناہاں
توں باز آگیا تے اوہ نقطہ دُھل جائیگا اور
اگر اوس گناہ دے وچ ہور وَدھ
گیا۔ تو اوہ گناہ دی کالک دی وَدھ
دی جائے گی۔ تا آنکہ سارے دل
اُتے کالک ای کالک چھا جائے گی
جدھی خبر اللہ تعالٰی نے اپنے کلام پاک
وچ اک جگہ اس طراں دتی اے۔ کَلَّا
بَلۡ ٜ رَانَ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ
(مطففین ۱۴ پارہ ۳۰) ہرگز نہیں بلکہ
اوہناں دے بُرے کماں دی وجہ نال اوہناں
دے دلاں تے زنگ چھا گیا اے۔ کَلَّاۤ
اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ
(مطففین ۱۵ پارہ ۳۰) ہرگز نہیں بیشک
اور لوگ اپنے رب توں اوس دن روک
دتے جان گے۔ ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا
الۡجَحِیۡمِ ؕ (مطففین ۱۶ پارہ ۳۰) فیر
بے شک اوہ دوزخ دے وچ ڈگن والے
نیں۔ ثُمَّ یُقَالُ هٰذَا الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ
بِهٖ تُکَذِّبُوۡنَ ۝ (مطففین ۱۷ پارہ ۳۰)
فیر کہیا جائے گا کہ ایہو ای اے اوہ جیہنوں
تسی جھٹلاندے ساؤ۔

ایس دے بعد فرمایا وَمِنَ النَّاسِ
مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ
وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ۝ اور کجھ ایسے
وی لوگ نیں جیہڑے کہندے نیں کہ اسی
اللہ تے قیامت دے دہاڑے تے ایمان
رکھدے آں حالانکہ اوہ ایماندار نہیں ہین۔
یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
وَمَا یَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا
یَشۡعُرُوۡنَ ۝ اللہ اور ایمانداراں نوں دھوکہ
دیندے نیں حالانکہ اوہ اپنے نوں ای
دھوکہ دیندے نیں مگر ایس گل نوں
اوہ سمجھدے نہیں

فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ اوہناں دے
دلاں وچ روگ اے۔ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ
مَرَضًا ۚ تے فیر اللہ نے اوہناں دے
روگ نوں ہور ودھا دتا وَلَهُمۡ عَذَابٌ
اَلِیۡمٌ اور اوہناں دے واسطے دردناک
عذاب اے۔ بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ ۝ کیونکہ
اوہ جھوٹ بولدے سان۔

دنیا وچ جدوں وی کوئی پیغام ربانی
اور پیغام بر اوندا اے۔ انسان تناں قسماں
وچ ونڈے جاندے نیں۔ پہلا گروہ تے
اوہ وے جیہڑا اوس نبی دی تعلیم نوں
دل و جان نال تسلیم کردا اے۔ ایس
گروہ نوں اسلام دی اصطلاح وچ
مومنِ قانت کہیا جاندا اے۔

دوسرا گروہ اوہ وے جیہڑا اوس
تعلیم نوں منن توں صاف صاف انکار
کر دیندا اے۔ ایہنوں اصطلاحاً کافر
کہیا جاندا اے۔ تیسرا طبقہ جیہڑا ایہناں
دوہاں دے درمیان پیدا ہو جاندا اے
اوہ پست ہمت دونی فطرت طبقہ دو
کشتی دا سوار اپنی خود غرضی دی خاطر
دوہاں گروہاں نوں جا کے اوہناں دی
حمایت دا یقین دلاندا اے درحقیقت
اوہ کسے وی گروہ نال صدق دل نال
شریک نہیں ہوندا۔ اوہدا مقصد ہر
دو گروہاں کولوں اپنی مطلب براری ہوندا
اے۔ اپنے خیال وچ اوہ دوہاں نوں
دھوکہ دے رہیا اے اور درحقیقت
اوہ اللہ اور اُس دے پیغمبر نوں کدی وی
دھوکہ نہیں دے سکدا۔ بلکہ آپ ای اوہ
دھوکہ کھا رہیا اے اور حقیقت وچ اوہ
اپنی ایس پستی نوں سمجھ وی نہیں سکدا
ایس گروہ نوں قرآن دی اصطلاح وچ
منافق کہیا جاندا اے۔ کیونکہ حدیث شریف
وچ آیا اے کہ منافق دیاں علامتاں ایہہ
نیں:۔

۱۔ جدوں گل کرے تے جھوٹ بولے۔
۲۔ جدوں وعدہ کرے تے اوہدے خلاف کرے۔
۳۔ اوہدے کول اگر کوئی امانت رکھی جائے تے اوہدے وچ بے ایمانی کرے۔
۴۔ اور جھگڑے دے ویلے گالی گلوچ تے

اُتر آوے۔ سو قرآن حکیم نے مومن اور کافر دے ذکر وچ صرف چند لفظ استعمال کیتے نیں لیکن ایس قماش دے لوکاں نوں بے نقاب کرن واسطے اکثر جگہ تے کسے قدر تفصیل توں کم لیتا دے۔ کیونکہ عہد سعادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وچ تے اللہ تعالیٰ نبی پاک دے واسطے نال ایہناں لوکاں نوں ظاہر فرما دیندے سان لیکن ہن چونکہ دروازہ نبوت بند ہو چکا اے ایس واسطے ایہناں دے چہرے مہرے اور اعمال وافعال ظاہر کرن واسطے ایس گل دی ضرورت سی کہ ایہناں دا تفصیل نال جائزہ لیتا گیا۔ تاکہ سادہ لوح مسلمان ایہناں دی غلط بیانی کولوں دھوکہ نہ کھان۔

اللہ تعالیٰ سانوں انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین دے نقش قدم تے چلن دی توفیق عطا فرمان اور شرک، کفر زندقہ اور الحاد توں اللہ تعالیٰ سانوں محفوظ رکھن نیز نفاق عملی اور نفاق اعتقادی توں اللہ تعالیٰ سانوں محفوظ رکھن۔ آمین یا الہ العالمین

(بشکریہ ریڈیو پاکستان لاہور)

## بقیہ: ایک نیا بل

ڈال کر نکال کر جس صحیح موقع پر وہ لگانا چاہتا ہے۔ وہاں سے ہٹا کر حرام میں لگانے کا ذریعہ بنے گا۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے پاک مال کو... صرف پاک طریقہ پر خرچ ہونے کا خواہاں ہو اور وہ کسی نیک پارسا دیندار عالم اولاد کو دینا چاہتا ہو تاکہ ہمیشہ کے لئے اس کی عاقبت سنورنے کا ذریعہ بنے۔ تو یہ قانون اس کی نجات اور جنت کی راہ میں سخت چٹان بن کر کھڑا ہو جائیگا نیت تو نہیں کہی جا سکتی۔ مگر احتمال ورنہ صورت اس کی ہے۔ کہ جیسے ملک سے دین وعلم دین کے ختم کرنے کی اور تدبیریں ہو رہی ہیں۔ یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہو۔ اسکولوں کالجوں کے بے دین ماحول سے دین وعلمائے دین سے نفرت علم دین والے۔ کو کوئی شعبہ قبول نہیں کر سکتا اوقاف نے خریدنا شروع کر دیا۔ جامعہ بہاولپور نے زبانوں پر مہریں لگا دیں دین کو حق کہنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ آزاد مدرسوں کا مدار زکوٰۃ پر تھا...

زکوٰۃ پر حکومت کے قبضہ کرنیکی اسکیمیں... بن رہی ہیں۔ اگر کہیں کوئی نیک دولت مند باپ اپنے لڑکے کو علم دین میں لگا کر ساری دنیا کے دروازے بند دیکھ کر... اس کی معمولی معاش کے لئے کوئی ہبہ کرکے ملک بھر میں ایک دو عالم دین بن سکنے کا ذریعہ ہو سکے۔ تو اس کو یوں قانوناً سے روک دیا جائے۔ نہ پھر کوئی دین جاننے والا بتانے والا رہے گا۔ نہ دین رہے گا نہ مسلمان صحیح مسلمان رہ سکیں گے۔ نام مسلمان اندر سے کچھ اور ہو جائیں گے جو یورپ کا مقصود تھا۔ یوں پورا ہو جائے گا جو وہ نہ کر سکا مسلمان نام کے لوگ خود کرکے رکھ دیں گے۔

۲۔ کس قدر شدید ترین ظلم ہوگا۔ کہ مالک اپنے مال کو جس طرح خرچ کرنا چاہتا ہے۔ اس کو قانونی شکنجہ میں کس دیا جاتا ہے اور اس کے شرعی فطری علمی عملی اخلاقی معاشرتی حقوق سے روک دیا جائے گا۔ آخر اس کے ذاتی مال کو محسوس کرنے کا کسی کو بے وجہ حق ہو کیسے سکتا ہے۔ اس لئے یہ قانون ایک زبردست ظلم ثابت ہوگا۔ جیسے ہر مالک کو تا آخر دم بیع کرنے کرایہ پر دینے رہن رکھنے وقف وصدقہ خیرات کرنے کا حق ہے جس کو جی چاہے۔ جتنا جی چاہے غیر آدمی کو ہبہ کرنے کا بھی حق ہے۔ مگر اولاد کو دینے کا حق نہ ہو یہ کس قدر معقول بات ہوگی۔

زندگی میں کسی کی جائداد مال ودولت میں بیٹا بیٹی کا حق قرار دینا کوئی اسلامی بات نہیں ہے۔ نہ معلوم کس غیر مذہب کا اثر یہ آرہا ہے۔ کہیں یہ بھی ہندوانی طور طریق نہ ہو۔ اسلام میں تو مملوکات پر وارثوں کا حق مرنے کے بعد ہوتا ہے زندگی میں کوئی ذرہ برابر کا مالک نہیں ہو سکتا۔ تا آخر حیات انسان خود مالک رہتا ہے۔ جو چاہے کرے جس طرح چاہے کرے۔ ہاں مشورہ تو جس کا جی چاہے خیر خواہی میں دے سکتا ہے کہ الدین النصح (دین خیر خواہی ہے) مگر روک ٹوک کا کوئی حق کسی کو نہیں۔ جیسے تاحیات بیع رہن وغیرہ میں نہیں۔ ہبہ میں بھی نہیں جائدادوں کو آبائی یعنی مردوں کی ملکیت قرار دینا بھی اسلام کی بات نہیں ہے۔ جس کو ترکہ مل گیا۔ وہ مالک ہو گیا۔ اب مرنے والے کا اس پر کوئی اثر نہیں بلکہ روح نکلتے ہی وارث مالک ہو جاتے ہیں۔ ترکہ

تقسیم ہو نہ ہو حتی کہ اس میں سے بلا اجازت بالغوں کے اور نابالغ ورثہ... کے حصے کو کسی طرح بھی کسی کو دینے کا حق نہیں رہتا نہ خیرات وصدقہ کرنے کا کسی کو حق ہے چہ جائیکہ غصب کرنے کا حق جیسے اور طرح طرح کے ظلم ہوتے رہتے ہیں۔ اگر یہ قانون بن گیا۔ انہی کی طرح تو کا ایک ظلم عظیم ہوگا۔ اور مجبور مسلمان سوائے خدا کے اور کس شئے کو کہہ سکیں گے (باقی آئندہ)

## ضلع بدری کے احکام واپس

ڈپٹی کمشنر صاحب میانوالی نے مولانا محمد عبد اللہ ناظم جمعیتہ علمائے اسلام ضلع میانوالی اور حافظ ممتاز علی ناظم جمعیت علمائے اسلام بھکر کی ضلع بدری کے احکام صادر فرمائے تھے۔ جن کے خلاف ہائیکورٹ میں رٹ درخواست دائر کی گئی تھی۔ چنانچہ ۲۶ر جولائی کی تاریخ سماعت کے لئے مقرر ہوئی۔ اسی دن ایڈوکیٹ جنرل نے دونوں مولانا صاحبان کو مطلع کر دیا۔ کہ ڈپٹی کمشنر صاحب نے ضلع بدری کے احکام واپس لے لئے ہیں۔ جس پر ہر دو موصوف اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔ بھکر میں عقیدتمندوں نے گرمجوشانہ آپ کا استقبال کیا۔ (حافظ نور محمد انور)

## جمعیتہ علماء اسلام کی مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس

**نمائندگان حضرات کو دعوت نامے جاری کر دئیے گئے**

جیسا کہ پہلے اطلاع دی جا چکی ہے کہ جمعیتہ علماء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس ۷، ۸ر اگست مطابق ۲۹، ۳۰ر ربیع الثانی بروز پیر منگل ملتان میں منعقد ہو رہا ہے۔ مختلف حلقوں و ڈویژنوں سے منتخب شدہ نمائندگان کے نام ۱۸ر جولائی ۱۹۶۷ء کو دعوت نامے جاری کر دئیے گئے ہیں اجلاس ۷ر اگست کو ۸ بجے صبح شروع ہو جائے گا۔ دعوت ناموں میں ایجنڈا اور اجلاس میں شرکت، قیام وطعام وغیرہ سے متعلق ضروری تفصیل و ہدایت درج کر دی گئی ہے۔ تشریف لانے والے نمائندگان حضرات انہیں ملحوظ رکھیں۔

جاری کردہ: مرکزی دفتر جمعیتہ علماء اسلام پاکستان چوک رنگ محل لاہور

## بقیہ احادیث الرسول

سے اٹھائے گا (علماء انتقال کر جائیں گے، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا۔ تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے۔ سو ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے، چنانچہ بغیر علم کے وہ فتوٰی دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے (بخاری ومسلم)

## بقیہ: صلوٰۃ وسطٰی

آداب و حقوق کی رعایت سے ادا کرتے رہو۔ جنتیوں کے اوصاف میں سے خدا تعالٰے نے ایک یہ صفت بھی بیان کی۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (پ ۱۸ - ع ۱ سورہ مومنون آیت ۹)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں

یعنی نماز کے آداب اور شرائط کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ فرض نماز کو جان بوجھ کر مت چھوڑو۔ جس شخص نے نماز کی حفاظت کی تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور اس کے ایمان کی دلیل ہوگی۔ اور اس کے لئے ذریعہ نجات قرار دی جائے گی۔

## بقیہ: ایک خطرناک مشورہ

جائیں گے اور اللہ کا نام لینے والوں کا قحط ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم غیر ممالک سے امام، خطیب یا مؤذن اتنی تعداد میں درآمد نہیں کر سکیں گے۔

صدر ایوب کی اسلام دوستی اب ایک مسلّمہ حقیقت بن چکی ہے — ہمیں یقین ہے۔ کہ وہ اس طرح کی نادان دوستی کو کبھی درخورِ اعتناء نہیں سمجھیں گے۔



# اعلان عام

منکہ حاجی اللہ دتہ ولد میاں محمد بخش لونا ساکن محلہ بنجرانوالہ پرانا شہر قلعہ شیخوپورہ۔ حلفیہ بیان تحریر کرتا ہوں۔ کہ عرصہ دراز سے منتظم اعلیٰ جامع مسجد لونیاں محلہ بنجرانوالہ کا ہوں۔ اس کے ساتھ ایک مدرسہ بھی شامل ہے۔ مدرسہ کی عمارت کے دو حصے ہیں۔ شمالی حصہ میں مکمل چھ کمرے ہیں اور ایک باورچی خانہ اور چار کمرے آگے برآمدے بنے ہوئے ہیں صحن میں ایک نلکا لگا ہوا ہے۔ جنوبی حصے میں تین کمرے ہیں ایک کمرہ ۲۴ فٹ و ۱۲ فٹ کا ہے۔ دوسرا کمرہ دفتر ۱۲ فٹ و ۱۱ فٹ کا ہے۔ تیسرا کمرہ سٹور بنا ہوا ہے۔ مدرسہ میں سامان ۹ عدد چارپائی اور بستر ۷ عدد اس کے علاوہ ۳ اور ۴ سو پڑھائی کے لئے بڑی کتابیں بھی ہیں مع ایک پیٹی ۵ فٹ کی کھانے پینے کے برتن بھی ہیں۔ یہ سارا سامان و عمارت مسلمانوں سے چندہ و عطیہ لے کر بنایا گیا ہے۔ جامع مسجد میں ایک لاؤڈ سپیکر تین یونٹ بڑے اور ایک چھوٹا اور سات عدد پنکھے چھت والے ہیں۔ اور ایک موٹر پانی والی لگی ہوئی ہے۔ ایک یونٹ جو سپاروں سے چلتا ہے۔ مدرسہ ومسجد کی آمدنی وخرچ کا باقاعدہ حساب ہے۔ اور ہر ماہ میں آمدن وخرچ کا حساب کیا جاتا ہے۔ اور عطیہ و چندہ وصول کیا جاتا ہے۔ اور عطیہ وچندہ دینے والے کو باقاعدہ چھپی ہوئی رسید دی جاتی ہے۔ اور خرچ کی رسید بھی حاصل کی جاتی ہے۔ مسجد اور مدرسہ تعلیم القرآن و دینیات وقف جائیداد ہے میرا اور میرے وارثوں کا کوئی حق نہیں ہے یہ مسلمانوں کا حق ہے مسجد و مدرسہ ڈاکٹر ناظر حسین ایڈیٹر خدام الدین لاہور کو دو سال چلانے کے لئے دیا ہے۔ اور ماسٹر عبدالرحمٰن عثمانیہ کالج شیخوپورہ بھی معاون ان کے شامل ہیں۔ میرا کوئی عذر نہیں اللہ تعالیٰ ان کو طاقت دے مسجد و مدرسہ ہمیشہ کے لئے چلائیں۔ اور میری اللہ کے سامنے دعا ہے کہ ہمیشہ کے لئے چلائیں جو مولوی صاحب مسجد میں ملازمت چاہیں ڈاکٹر صاحب یا ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سے ملیں۔ یہ ان کے ہاتھ میں کام ہے۔ جب تک وہ کام کریں گے حاجی اللہ دتہ صاحب کی طرف سے اجازت ہے کہ انجمن کو رجسٹر کرائیں۔

قومی خادم حاجی اللہ دتہ لونا پرانا شہر محلہ بنجرانوالہ قلعہ شیخوپورہ

اللہ دتہ بقلم خود

عبدالسلام اسعد مظفر گڑھ

# محمد بن قاسم

آج سے تقریباً بارہ سو سال پہلے سندھ پر راجہ داہر کی حکومت تھی۔..... راجہ داہر مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا۔ اور اسلامی سلطنت کے باغیوں اور غداروں کو پناہ دیتا تھا ایک دفعہ لنکا (سراندیپ) کے راجہ نے خلیفہ اسلام کی خدمت میں چند جہاز تحفے تحائف سے بھرے ہوئے روانہ کئے۔ جن میں تاجروں کے بچے اور عورتیں بھی تھیں۔ مگر مکران کے ساحل پر انہیں سندھی لٹیروں نے لوٹ لیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ بصرہ کے گورنر حجاج بن یوسف کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے باغیوں کی سزا اور عورتوں اور بچوں کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر راجہ داہر نے اس مطالبہ کی کوئی پروا نہ کی اس پر حجاج نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو بارہ ہزار سپاہیوں اور تین ہزار بار بردار اونٹوں کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ کیا۔

محمد بن قاسم ایک سترہ سال کا نوجوان تھا۔ مگر اس کے باوجود نڈر، جری، اور بہادر تھا۔ اس نے چھوٹی سی عمر میں بہادری کے وہ کارنامے دکھائے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ روانگی سے پیشتر حجاج نے جو ہدایات دی تھیں۔ محمد بن قاسم نے پوری طرح اُن ہدایات پر عمل کیا۔ محمد بن قاسم نے سب سے پہلے دیبل کو فتح کیا دیبل کے درمیانی مندر پر ایک جھنڈا لہرا رہا تھا۔ جس کے متعلق ان لوگوں کا خیال تھا۔ کہ جب تک یہ جھنڈا نہیں گرے گا۔ اس وقت تک دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی جب یہ بات محمد بن قاسم کو معلوم ہوئی تو اُس نے منجنیق (جو پتھر پھینکتی تھی) چلانے والے کو حکم دیا۔ کہ جھنڈے کو گرا دیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا نشانہ باندھا۔ کہ جھنڈا گر گیا۔ لوگوں میں افراتفری پھیل گئی۔ اور شہر فتح ہو گیا اس کے بعد محمد بن قاسم نے نیرون کو فتح کیا اور بڑھتے بڑھتے ملتان پہنچ گیا۔

محمد بن قاسم نے سندھ کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اور ان کو مذہبی آزادی دی۔ محمد بن قاسم نے وادی سندھ پر ساڑھے تین سال پورے انصاف اور شفقت سے حکومت کی جس کا اثر یہ ہوا۔ کہ جب محمد بن قاسم کو دمشق واپس بلایا گیا۔ تو ہندو رعایا کو محمد بن قاسم کے جانے کا بڑا رنج ہوا۔ اور اُنہوں نے آنسو بہائے اور محمد بن قاسم کے چلے جانے کے بعد اس کا مجسمہ (بت) بنا کے اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق اس کی پوجا شروع کر دی

اسلام نے بُت پرستی کو جڑ سے اکھیڑ دیا تھا۔ اور انسانوں کو صرف ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا۔ یہ مسلمانوں کا حُسن سلوک اور نیک برتاؤ تھا۔ کہ غیر مذہب کے لوگ بھی ان کے گیت گاتے رہے۔

## حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

محمد اقبال، کیمبلپور

- آں حضرتؐ کی وفات کے فوراً بعد آپ با اتفاق رائے مسلمانوں کے امیر چُنے گئے تمام صحابہؓ نے حتیٰ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے بھی آپ کی بیعت فرمائی۔
- حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کو آپ سے اس قدر محبت تھی۔ کہ اپنے بیٹوں کا نام ابوبکر...... رکھا۔ حضرت علی رضؓ کے یہ نامور فرزند اپنے پیارے بھائی حضرت امام حسین رضؓ کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔
- آپ کی اہل بیت اطہار سے نزدیکی رشتہ داری تھی۔ آپ رشتہ میں حضرت امام جعفر صادق رضؓ کے نانا تھے۔
- حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کا حضرت علی مرتضیٰ رضؓ سے عقد حضرت صدیق اکبر رضؓ کی تحریک سے ہوا تھا۔ اور خاتون جنت کا جہیز بھی آپ نے ہی خریدا تھا۔ اور نکاح کے گواہ بھی حضرت صدیق اکبر رضؓ اور فاروق اعظم تھے۔
- آپ رضؓ کی دختر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ آنحضرتؐ کی زوجہ محترمہ تھیں آپ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضؓ کی طرح خسر النبیؐ بھی تھے۔ تمام غزوات میں حضورؐ کے ہمرکاب رہے جنگ بدر میں قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے متعلق آپ ہی کی رائے تھی۔ آں حضرتؐ نے قریب رحلت ارشاد فرمایا تھا۔ کہ ابوبکر رضؓ کو کہو۔ کہ نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے باپ بہت نرم دل ہیں۔ آپ کی خالی جگہ دیکھ کر روئیں گے اس لئے آپ حضرت عمر رضؓ کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائیں۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ عائشہ رضؓ میں کیا کروں خدا ابوبکر رضؓ کی امامت کے علاوہ کسی کی امامت نہیں مانتا۔

## دُعا

راجہ عبدالمجید اظہر ہیڈ ماسٹر میانوالہ

راہ حق پر اے خدا ہم کو چلا
نیکیوں کے راستے ہم کو دکھا
اچھے اچھے کام ہم کرتے رہیں
تیرے غصے سے سدا ڈرتے رہیں
دین کی خاطر کریں جانیں فدا
ہم کو حاصل ہو یہ اونچا مرتبہ
دین کو دنیا میں پھیلاتے رہیں
بے کسوں کے کام ہم آتے رہیں
ہم ہیں پیاسے کر ہمیں کوثر عطا
تجھ سے یا رب یہ ہے اظہر کی دُعا

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۴۸۲ مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۶۷۹/۳۹ مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GMR/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ر مارچ ۱۹۶۷ء

# عُلمائے اہلِ سنّت سے

مضطر گجراتی

مقاصد بے تگ و تازِ عمل حاصل نہیں ہوتے
جماعت کے بغیر افراد بھی کامل نہیں ہوتے

فقط خود اعتمادی کی بدولت راہ کٹتی ہے
جو خود ناآشنا ہوں، فائزِ منزل نہیں ہوتے

بڑا صبر آزما ہے مرحلہ تعمیرِ قومی کا
کبھی اعلان کر کے حادثے نازل نہیں ہوتے

تلاطم سے گزر کر ساحلِ مقصود ملتا ہے
جہاں طوفاں نہیں ہوتے وہاں ساحل نہیں ہوتے

نگاہ و نطق میں تاثیر پیدا ہو نہیں سکتی
خلوص و درد جب تک روح میں شامل نہیں ہوتے

نئے نعرے شریکِ انقلابِ اوج و پستی ہیں
تقاضے دینِ ربّانی کے دامنگیرِ ہستی ہیں

فساد و شرک کی ظلمت مٹانے کی ضرورت ہے
بہر سو دین کی شمعیں جلانے کی ضرورت ہے

مقاماتِ نظر کتنے ورائے ماہ و انجم ہیں
جنہیں خود دیکھنے کی اور دکھانے کی ضرورت ہے

رُخِ دینِ ہدیٰ پر گر چکے ہیں جو حجاب اب تک
انہیں تحقیق کے ہاتھوں اٹھانے کی ضرورت ہے

عناصر بھی کریں گے ہمنوائی حق پرستوں کی
فقط انگڑائی لے کر پھیل جانے کی ضرورت ہے

پریشاں اہلِ سنّت کا ہے اک مدّت سے شیرازہ
انہیں پھر ایک ہی مرکز پہ لانے کی ضرورت ہے

خدا ساتھی ہے اُن کا جو خدا کا کام کرتے ہیں
اطاعت دل سے پیغمبرؐ کی صبح و شام کرتے ہیں

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا